۱۵/

اثبات النبوّۃ

فی

(تحقیق النبوّۃ)

از

امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی حضرتِ شیخ احمد فاروقی قدس سرّہٗ

مع اردو ترجمہ

ناشر

ادارۂ مجدّدیہ ۲/۵ ۔ ایچ ۔ ناظم آباد ۳ کراچی

www.maktabah.org

اِثباتُ النبوّۃ

فی

(تحقیق النبوّۃ)

از

امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرّہٗ

مع اردو ترجمہ

حافظ عبید اللہ طاہری

باہتمام

ادارہ مجدّدیہ ۵/۲۔ایچ۔ ناظم آباد ۳ کراچی

مطبوعہ: احمد برادرس۔ ناظم آباد ۲

www.maktabah.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحات عربی متن	صفحات اردو ترجمہ
۱	حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دست مبارک کا تحریر شدہ مکتوب کا عکسی فوٹو۔		۳
۲	عرض ناشر		۴
۳	مقدمہ از حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی		۵
۴	اثبات النبوۃ	۹	۵۳
۵	البحث الاول فی التحقیق فی معنی النبوۃ۔ پہلی بحث نبوت کے معنی کی تحقیق میں	۱۴	۵۹
۶	البحث الثانی فی المعجزۃ۔ دوسری بحث معجزہ کے بیان میں۔	۱۶	۶۲
۷	المقالۃ الاولیٰ وفیہا مسلکان۔ پہلا مقالہ اور اس میں دو مسلک ہیں۔	۲۲	۷۰
	ا۔ اعتراض المنکرین۔ منکرین کے اعتراضات	۲۵	۷۴
	ب۔ حکمۃ البعثۃ والشرائع۔ بعثت اور شریعتوں کی حکمت	۲۸	۷۸
۸	المسلک الثانی فی اثبات نبوۃ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم	۳۶	
	دوسرا مسلک خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں۔		۸۹
۹	وجوہ اثبات النبوۃ۔ اثبات النبوۃ کی صورتیں	۴۱	۹۶
۱۰	وجوہ اعجاز القرآن۔ اعجاز القرآن کی صورتیں۔	۴۳	۹۹
۱۱	شبہ القادحین فی اعجاز القرآن	۴۴	
	قرآن کریم کے اعجاز میں قدح کرنے والوں کے کچھ شبہات اور اعتراضات۔		۱۰۱

www.maktabah.org

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دستِ مبارک کا تحریر شدہ مکتوب کا عکسی فوٹو

عصمکم الله سبحانه ما لا یلیق بجنابکم
بحرمت جدکم الامجد علیه وعلی آله الصلوات
والتسلیمات

قال الله سبحانه وتعالی هل جزاء الاحسان الا الاحسان
نمی داند که احسان شما را بکدام احسان مکافات نماید غیر
ازانکه در اوقات نیک بدعای سلامتی دارین رطب اللسان
باشد الحمد لله سبحانه والمنة که اینمعنی بی فوات میسر است
واحسان دیگر که لایق مکافات است موعظه وتذکیر است
اگر در معرض قبول افتد چه نعمتی است فخاب ونجابت
خلاصه مواعظ و زبده نصائح اختلاط و انبساط با اهل سنت
وارباب تشریع است تنقیح و تشریع مربوط بسلوک طریق
صفه اهل سنت وجماعت است که فرقه ناجیه اند در میان
سائر فرق اسلامیه نجات بی متابعت این بزرگواران
محال است و فلاح بی اتباع آرای اینها ممتنع دلایل عقلی
ونقلی وکشفی برین معنی شاهد است که احتمال تخلف ندارد
اگر معلوم شود که شخصی برابر دانه خردل از صراط ایشان
این بزرگواران جدا افتاده است صحبت او را سم قاتل
باید دانست ومجالست او را زهر افعی باید انگاشت طالب
علمان بی باک از هر فرقه که باشند لصوص دین اند وصحبت
اینها نیز از ضروریات است این همه فتنه وفساد
که در دین پیدا شده است از شومی اینجماعه است که بواسطه حطام
دنیوی آخرة را بر باد داده اند اولئک الذین اشتروا
الضلالة بالهدی فما ربحت تجارتهم وما کانوا مهتدین
ابلیس لعین را شخصی دید که آسوده وفارغ البال
نشسته است ودست از اغوا واضلال کوتاه کرده

عرضِ ناشر

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا پیش نظر رسالہ مخدومی حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب مدظلہ العالی سابق صدر شعبۂ اردو سندھ یونی ورسٹی حیدر آباد نے ۱۳۸۳ھ میں پہلی بار شائع کیا تھا چونکہ عرصہ سے نایاب تھا اب حضرت موصوف کی اجازت سے اس کی اشاعت کی سعادت اس عاجز کو حاصل ہو رہی ہے، فالحمد للہ۔

اس دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے موقع پر بھی محترم مولانا ابوالفتح صغیر الدین صاحب مدظلہ نے ازراہِ شفقت وعنایت عربی متن اور اس کے ترجمے کی بہت محنت سے نظر ثانی فرما کر ضروری تصحیح فرمائی۔ بعد ازاں محترم مولانا محمد زین العابدین صاحب مجددی چاٹگامی نے بھی عنایت ونوازش فرما کر بڑی محنت سے مزید تصحیح فرمائی۔ عاجز ان حضرات کا بہت ممنون ومشکور ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس محنت وکاوش پر ان حضرات کو دونوں جہان میں بیش از بیش جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

۱۴۰۴ھ
۱۹۸۴ء

احقر محمد اعلیٰ عفی عنہ
ادارۂ مجددیہ
۲/۵، ایچ، ناظم آباد ۳
کراچی

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے نایاب رسالہ اثبات النبوۃ کو پہلی بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ اکبر ۹۹۳ھ سے ۱۰۰۷ھ تک لاہور میں رہا اور اس سے پہلے وہ آگرہ میں تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) قریب ۲۰-۲۲ سال کی عمر میں آگرہ تشریف لے گئے تھے۔ وہیں فیضی اپنی بے نقط[1] تفسیر سواطع الالہام لکھ رہا تھا جس کے لیے حضرت علیہ الرحمہ نے برجستہ ایک بے نقط عبارت مرحمت[2] فرمائی تھی۔ وہ تفسیر نظر ثانی کے بعد (بدایونی[3] ص ۳۸۹) ۱۰۰۲ھ میں مکمل ہوئی۔ ابوالفضل اور فیضی بلکہ اُن کے باپ مُلّا مبارک ناگوری کی وجہ سے دین اور پھر "نبوت" پر اعتراضات ۹۸۶ھ (بدایونی - ص ۳۲۲) شروع ہو چکے تھے اور بے دین مصنفین نے اپنی تصانیف سے نعت خارج کر دی تھی[4]۔ انہی ایام میں ابوالفضل نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو "نامعقول" کہا تھا اور آپ بے تاب ہو گئے تھے۔ علمائے حق کا اخراج یا قتل ۹۹۰ھ سے شروع کر دیا گیا تھا (بدایونی - ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۶۱)۔ انہی "فتنہائے امت" (۹۸۷ھ) کا ذکر رسالہ اثبات النبوۃ (ص ۷۰) میں بھی ہے۔ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۹۹۰ھ کے قریب[5] لکھا گیا ہوگا۔ اب ذرا اُن فتنوں کا جائزہ بھی لے لیجئے تاکہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ بدایونی نے اپنی تاریخ میں ۱۰۰۴ھ تک کے حالات لکھے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اکبر طالب حق تھا لیکن غلط قسم کے علماء اور صوفیہ سے واسطہ رہا۔ اس لئے اسے اسلام سے ضد پیدا ہو گئی تھی (ص ۳۱۱)۔ گجرات کے صدر ابراہیم نے بادشاہ کو جو تحائف بھیجے تھے اُن میں ابن العربی علیہ الرحمہ سے منسوب ایک جعلی عبارت بھی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ "صاحب زمان" کے پاس بہت سی عورتیں ہوں گی اور وہ ڈاڑھی منڈا ہوگا (ص ۳۳۰)۔ کوئی خواجہ شیرازی تھے جو مکہ معظمہ سے ایک جعلی رسالہ "مہدی" کے ظہور سے متعلق لائے تھے (ص ۳۳۳)۔ ایک شیعی عالم شریف آملی نے "تحیتِ دینِ حق" کے اعداد (۹۹۰ھ) سے اسی پیش گوئی کی تصریح کی تھی (ص ۳۳۳)۔ ملا مبارک ناگوری (پدرِ فیضی و ابوالفضل) اس سے پہلے ہی

---

۱ زبدۃ المقامات از مولانا ہاشم کشمی، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۲ھ ص ۱۳۲۔ ۲ تاریخ بدایونی مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۹ء (بعد میں بھی اسی ایڈیشن کے صفحات دیئے جائیں گے)۔ ۳ زبدۃ المقامات ص ۱۳۲۔ ۴ تاریخ بدایونی ص ۳۲۰
۵ اسی عمر میں ردّ شیعہ وغیرہ رسائل بھی آپ لکھ چکے تھے۔ ملاحظہ ہو زبدۃ المقامات ص ۱۳۱۔

ایک محضر نامہ ۹۸۶ھ میں تیار کر چکے تھے جس میں اکبر کو درجۂ اجتہاد پر فائز کیا تھا اور فیضی نے فارسی اشعار میں خطبۂ جمعہ تیار کیا تھا (ص ۳۲۵) اور اکبر کو "خلیفۃ الزماں" قرار دیا تھا۔ نماز، روزہ اور شعائرِ اسلام کو "تقلیدات" یعنی "عقل" کے خلاف سمجھا گیا (ص ۲۹۰) اور اس "عقل" نے وہ جوہر دکھائے کہ ابو الفضل کی نگرانی میں محل کے اندر عبادت کے لیے ایک آتش خانہ تیار ہوا (ص ۳۲۱) نصاریٰ کی طرح ناقوس، صُورِ تثلیث اور ان کی تفریحیں اکبر کا وظیفہ تھیں (ص ۳۴۳)۔ راجاؤں کی لڑکیوں کو تصرف میں لانے کی وجہ سے خود اس کے مزاج پر اُن کو تصرف حاصل تھا (ص ۳۴۳)۔ چنانچہ برہما، مہادیو، بشن، کشن، مہامائی وغیرہ کی تعظیم کی جاتی (ص ۳۱۹)۔ سورج کی عبادت دن میں چار مرتبہ کی جاتی، سورج کے ایک ہزار ایک نام کی مالا جپی جاتی، قشقہ لگایا جاتا۔ آگ، پانی، درخت اور تمام مظاہرِ فطرت حتیٰ کہ گائے اور اس کے گوبر کی پوجا خود بادشاہ کرتا (ص ۳۵۳)۔ خنزیر کو (معاذ اللہ) خدا کے حلول کا مظہر جانتا (ص ۳۴۳)۔ گائے کا گوشت حرام (ص ۳۴۲) اور خنزیر اور شیر کا گوشت مباح قرار دیا (ص ۳۴۳)۔ سود، شراب اور جوا حلال سمجھا گیا (ص ۳۴۰) اور شراب فروشوں کی نسل سے ایک عورت کے زیرِ اہتمام ایک سرکاری شراب خانہ کھولا گیا (ص ۳۴۲)۔ داڑھی کی دُرگت بنائی گئی (ص ۳۴۳) اور درباریوں نے بڑے اہتمام سے داڑھیاں مُنڈائیں (ص ۳۸۲)۔ غسلِ جنابت فضول سمجھا گیا (ص ۳۴۳)۔ سولہ سال سے پہلے لڑکوں کا اور چودہ سال سے پہلے لڑکیوں کا نکاح ناجائز قرار دیا گیا (ص ۳۴۳)۔ جوان عورتوں کو منہ کھول کر چلنے کا حکم دیا گیا اور بدکاری کے اڈے قائم کیے گئے (ص ۳۴۳)۔ ختنہ کرانے کی عمر بارہ سال کے بعد رکھی گئی (ص ۳۸۰)۔ مُردے کو پانی میں ڈالنے یا جلانے یا درخت سے باندھ دینے کا حکم جاری ہوا (ص ۳۸۰)۔ نیز قبلہ کی طرف مُردے کے پاؤں رکھ کر جلانے کا حکم ہوا اور بادشاہ بھی قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سوتا تھا (ص ۳۴۰) خود کو سجدہ کراتا تھا (ص ۳۲۰)۔ اسلام کی ضد پر خنزیر اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ کیا تھا اور شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور زیارت کے لیے رکھے گئے کہ ان کا دیکھنا بھی عبادت تھا (ص ۳۴۳)۔ جو قصاب کسی شخص کے ساتھ کھانا کھاتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا اور اگر اس کی بیوی ساتھ کھاتی تو اس کی انگلیاں بھی تراش کی جاتیں (ص ۳۸۰)۔ تناسخ پر یقین کیا گیا (ص ۳۴۰)۔ عربی پڑھنا عیب سمجھا گیا (ص ۳۴۳) اور طلائی یا ابریشمی کپڑے پہننا فرضِ عین قرار دیا گیا (ص [illegible])۔ ابو الفضل کے سامنے اگر ائمۂ مجتہدین کا قول پیش کیا جاتا تو وہ کہتا کہ تم فلاں حلوائی، فلاں کفش دوز اور فلاں چرم ساز کا قول پیش کرتے ہو؟ (ص ۲۹۲)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فدک یا صفین کے نزاع کے متعلق بات ہوتی تو ایسے سخت الفاظ کہے جاتے کہ بقول بدایونی "گوش از استماعِ آں کر باد" (ص ۳۲۵)۔ قرآن کو مخلوق، وحی کو محال، معراج اور شق القمر کو غلط کہا گیا (ص ۳۳۹) احمد، محمد، مصطفیٰ جیسے نام تبدیل کیے جانے لگے (ص ۳۳۸)۔ ہندو تو ہندو ہی تھے، ہندو مزاج

www.mektabah.org

مسلمان بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے اور عیسائی ملعونوں نے دجال کی صفات کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈھالنا شروع کر دیا لیکن اکبر کی پیشانی پر بل بھی نہیں پڑا (ص ۳۲۱)۔ شاید تاریخ اسلام کا یہ سب سے بڑا سانحہ ہے — پھر ابو الفضل کا ایک بھائی جو اس کا شاگرد تھا عبادات اسلامی کے خلاف رسائل لکھ کر بہت مقبول و متمتع ہوا (ص ۳۲۲)۔ بعض شاعروں کی طرح فیضی بھی کتوں کی زبان اپنے منہ میں لیتا اور ان کے ساتھ کھانا کھاتا (ص ۳۲۳)۔ غرور و تکبر اس کے مزاج میں اتنا تھا کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) پر طعن اور دین کی اہانت کرتا تھا۔ عین مستی اور جنابت کی حالت میں تفسیر سواطع الالہام لکھتا تھا (ص ۵۱۵)۔ چنانچہ نزع کے وقت کتے کی طرح بھونکتا تھا (ص ۵۱۵)[1] ان خباثتوں کی وجہ سے ۵۰-۶۰ سال میں اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا (ص ۳۱۶)۔ اور ساری مسجدیں ہندوؤں کے فراش خانے اور چوکی خانے ہو گئے (ص ۳۵۳)۔

ایسے حالات میں بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے خانِ خانان، صدر جہاں، خانِ اعظم خانِ جہاں، مہابت خان، تربیت خان، اسلام خان، دریا خان، سکندر خان، مرتضیٰ خان جیسے امراء کو اپنے حلقۂ ارادت و عقیدت میں داخل کر کے بادشاہ کی توجہ دین کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی۔ بالآخر جہانگیر نہ صرف معتقد ہوا بلکہ اپنے بیٹے خرم (شاہجہاں) کو حضرت علیہ الرحمہ سے بیعت کرایا۔ سجدۂ تعظیمی موقوف ہوا۔ گائے کا ذبیحہ پھر شروع ہوا۔ جو مسجدیں منہدم کرا دی گئی تھیں وہ دوبارہ تعمیر ہوئیں اور جس قدر خلافِ شرع، قوانین رائج تھے وہ سب منسوخ ہوئے فنِ مصوری جو عہدِ جہانگیری میں بامِ عروج کو پہنچا ہوا تھا وہ فنِ تعمیر اور فنِ خطاطی کی طرف منتقل ہوا۔ شاہجہاں کے علاوہ اورنگ زیب بھی حضرت علیہ الرحمہ کے خاندان کی تربیت سے مستفید ہوا اور اس کے عہد میں فقہ کی سب سے بڑی کتاب فتاویٰ عالمگیری مرتب ہوئی۔ دربار میں علماء اور فضلاء کو جگہ ملی۔ پھر حضرت علیہ الرحمہ کے شاگردانِ سلسلہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی حضرت مظہر جانِ جاناں، شاہ غلام علی،

---

[1] بدایونی نے فیضی کے مرنے کی بہت سی تاریخیں نقل کی ہیں (ص ۵۱۵) مثلاً:-

فیضی نحس، دشمنِ نبوی ؐ — رفت و با خویش داغِ لعنت برد

سگکے بود دوزخی زان شد — سالِ فوتش "چہ سگ پرستے مرد" ۱۰۰۴ھ

بدایونی نے یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں کے کہنے سننے سے فیضی نے نل دمن میں نعتیہ اشعار شامل کئے تھے۔ ابو الفضل کے قتل کی تاریخ بھی تذکرۂ سرخوش (لاہور ۱۹۴۳ء ص ۱۲۶) میں اسی قسم کی ہے۔ یعنی:-

ع تیغ اعجازِ رسول اللہ سرِ باغی برد = ۱۰۱۱ھ

[2] نقشبندی مجددی ہونے کے علاوہ شاہ ولی اللہ کی سندِ حدیث ظاہر ملکی سے بھی ہے اور حضرت مجدد سے بھی۔ ملاحظہ ہو القول الجمیل —

www.allamaiqbal.org

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا خالد رومی، صاحبِ فتاویٰ شامی، شاہ عبد الغنی مجددی (جن کے شاگرد مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد مظہر سہارنپوری) اور بانیانِ مدرسہائے دیوبند و بریلی (علیہم الرحمۃ والغفران) وغیرہ پیدا ہوئے۔ پھر ان کے اسباط و اخلاف نے وہ خدمات انجام دیں کہ آج بھی کسی حکمران طبقے کی مجال نہیں کہ وہ عہدِ اکبری کے فتنوں کو دوبارہ رائج کر سکے ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کی دینی حالت دوسرے بلادِ اسلامیہ کے مسلمانوں کے مقابلے میں غنیمت ہے وہ بھی اسی فیض کی غمازی کرتی ہے۔ پھر دین سے متعلق جتنے بھی مسائل سنہ ۱۰۰۰ھ سے آج تک کھڑے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی دوسرے ہزارہ کے اختتام تک (اگر دنیا قائم رہی) کھڑے ہوں گے، ان سب کا حل صراحتہً یا کنایۃً مکتوبات شریف میں موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کے مجدد الف ثانی ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے رسالہ اثبات النبوہ (تحقیق النبوہ) آگرہ میں لکھا گیا ہوگا۔ اس کے نسخے بھی بہت کمیاب ہیں، خانقاہ سراجیہ، کُندیاں (ضلع میانوالی) سے مکرمی مولوی جمیل الدین احمد صاحب نے ۳ محرم سنہ ۱۲۳۳ھ والے نسخے کی نقل مرحمت فرمائی۔ خانقاہِ مظہریہ، دہلی سے حضرت مولانا زید ابو الحسن فاروقی مجددی مدظلہ نے سنہ ۱۲۶۶ھ والے نسخے کی نقل عنایت فرمائی۔ پھر مخدومی قبلہ حاجی محمد اعلیٰ صاحب نے محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے توسط سے حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب مجددی مدظلہ (ٹنڈو سائیں داد) سے بھی ایک نسخہ حاصل کیا جو خان محمد تالپر کا لکھا ہوا غالباً تیرہویں صدی ہجری کا ہے۔ لیکن ان تینوں نسخوں میں آخری مقالہ نہیں ہے۔ اسی لیے فی الحال متن کے حواشی میں اختلافِ نسخ ظاہر نہیں کیا۔ محترم مولانا ابو الفتح صغیر الدین صاحب نے شروع سے آخر تک ہر قدم پر بہت زیادہ مدد فرمائی۔ مولانا عبد الحلیم صاحب چشتی، مفتی محمد مظہر بقا صاحب اور خصوصیت سے مولانا سراج احمد صاحب نے تصحیح و تطبیق میں بڑی مدد فرمائی۔ قبلہ حاجی محمد اعلیٰ صاحب نے دامے، درمے، سخنے بلکہ قلمے بھی امداد فرمائی۔ اللہ پاک ان سب حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

والسلام

۱۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۳ھ

احقر - غلام مصطفیٰ خاں

ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ
صدر شعبہ اردو۔ سندھ یونیورسٹی
حیدرآباد

www.maktabah.org

بسم الله الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد لله الذی ارسل رسولہ بالهدی وانزل علیہ الکتاب
ولم یجعل لہ عوجا قیما لینذر باسا شدیدا من لدنہ ویبشر المؤمنین
الذین یعملون الصالحات ان لهم اجرا حسنا فاکمل بہ لعبادہ دینهم واتم علیهم
نعمتہ ورضی لهم الاسلام دینا وختم بہ الانبیاء والرسل المبعوثین الی الخلق
بالآیات الباهرۃ والمعجزات العظمی لیسلموا الیهم انفسهم تسلیم العمیان
الی القائدین وتسلیم المرضی المتحیرین الی الاطباء المشفقین لتحصیل فوائد
ومنافع، العقل معزول عنها وجعلہ افضل الانبیاء واکرم الرسل واعدل لهم
ملۃ واقومهم دینا وشرعا هو الذی اخبر سبحانہ عن اعتدال حالہ ومرتبۃ
کمالہ بقولہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی محمد ن المبعوث ٥٣/١٩
الی کافۃ الوری لیدعوهم الی تنزیهہ وتوحیدہ ویکملهم فی قوتهم العلمیۃ و
العملیۃ ویعالج قلوبهم المرضی صلے اللہ علیہ صلوٰۃ هو لها اهل وعلی اٰلہ و
اصحابہ الذین هم نجوم الهدی ومصابیح الدجی ما تعاقب الظلم و
الضیا وسلم تسلیما کثیرا۔

اما بعد فیقول العبد المفتقر الی رحمۃ اللہ الولی المعین احمد بن
عبد الاحد بن زین العابدین صانهم اللہ سبحانہ عما لا یلیق بهم ویشین انی

www.maktabah.org

لما رايت فتور اعتقاد الناس فى هذا الزمان فى اصل النبوة ثم فى ثبوتها وتحقيقها
لشخص معين ثم فى العمل بما شرعته النبوة وتحقق شيوع ذلك فى الخلق حتى
ان بعض متغلبة زماننا عذب كثيرا من العلماء بتشديدات وتعذيبات لايناسب
ذكرها لرسوخهم فى متابعة الشرايع واذعان الرسل وبلغ الامر الى ان يهجر
التصريح باسم خاتم الانبياء عليه الصلوة والسلام فى مجلسه ومن كان
مسمى باسمه الشريف غير اسمه الى اسم غيره ومنع ذبح البقرة وهو من اجل
شعائر الاسلام فى الهند وخرب المساجد ومقابر اهل الاسلام وعظم
معابد الكفار وايام رسوماتهم وعباداتهم وفى الجملة ابطل شعائر الاسلام
واعلامه وروج رسوم الكفار واديانهم الباطلة حتى اظهر احكام كفرة الهند
فنقلها من لغتهم الى اللغة الفارسية ليمحو آثار الاسلام كلها وعلمت عموم
داء الشك والانكار حتى مرض الاطباء واشرف الخلق على الهلاك وتتبعت
عقيدة آحاد الخلق وسالت عن شبههم وبحثت عن سرائرهم وعقائدهم
فما وجدت سببا لفتور اعتقادهم وضعف ايمانهم الا بعد العهد من
النبوة والخوض فى علم الفلسفة وكتب حكماء الهند وناظرت بعض من
قرء علم الفلسفة واخذ من كتب الكفرة حظا وادعى الفضيلة والفضل و
اضل الناس وضل فى تحقيق اصل النبوة وفى ثبوتها لشخص معين حتى قال
ان حاصل النبوة يرجع الى الحكمة والمصلحة واصلاح ظاهر الخلق وضبط
عوامهم عن التنازع والتشاجر والاسترسال فى الشهوات ولاتعلق لها
بالنجاة الاخروية وانما هى لتهذيب الاخلاق وتحصيل فضائل الاعمال

لعله كان زنديقا موذيا حافظا ... جان ... ولكن فى ... حتى قتل كثيرا من علماء اهل الاسلام لرسوخهم —

القلبية التي اوردها الحكماء في كتبهم وبينوها حق التبيين ثم اورد
لتائيده ان الغزالي جعل كتابه احياء العلوم اربعة ارباع وجعل ربع
المنجيات قسيما لربع العبادات كالصلوة والصوم وغيرهما مما اورد
في كتب الفقه يفهم منه انه موافق للحكماء وان العبادات البدنية غير
منجية عنده كما هي غير منجية عند الحكماء ايضاً ثم قال ان حكم من
بلغه دعوة النبيّ ولم يثبت عنده نبوته لبعد العهد وعدم ثبوت آياته
ومعجزاته عنده حكم شاهق الجبل الذي لم يبلغه دعوة النبيّ في عدم
وجوب الايمان بالنبيّ والفرق بينهما تحكم فقلت ان الحكمة الازلية
والعناية الالهية اقتضت بعثة الانبياء عليهم السلام لتكميل النفوس
البشرية ومعالجة الامراض القلبية وهو لا يتيسر الا بان يكونوا منذرين
للعاصي ومبشرين للمطيع ومخبرين عن عذاب وثواب اخرويين لما
ان كل نفس يستولي عليها الشوق الى مشتهياتها فيقدم على المعاصي
والرذائل من الاعمال وتكميلهم سبب لسعادتهم ونجاتهم في
الدارين بل النجاة الاخروية والسعادة الابدية هي المطلوب من
البعثة لان متاع الدنيا قليل واما الحكماء فانهم لما ارادوا ترويج
اباطيلهم خلطوا معها ما سرقوا من الكتب المنزلة على الانبياء
واقوالهم واقوال اتباعهم الكمل من بيان تهذيب الاخلاق و
تحصيل الاعمال الصالحة المتعلقة بالباطن ودونوه علما برأسه
كما ترى - والامام المحقق حجة الاسلام انما اورده قسيما للعبادات

www.maktabah.org

لان الفقهاء انما اوردوه فى كتب الفقه بطريق التبعية والضمن ولم يبينوه حق التبيين لان غرضهما الاصلى يتعلق بظواهر الاعمال ويحكمون بالظاهر ولا يشققون القلوب والبواطن وانما بينه علماء الطريقة والسلوك فالامام جمع بين الشريعة المتعلقة بالظاهر وبين الطريقة المتعلقة بالباطن وقسم كتابه باعتبار اختلاف المتعلق والمقصد وانما سمى هذا القسم بالمنجى وان ذكر فى العبادات انها منجية ايضا لان النجاة من اداء العبادات عرفت عن الفقه ونجاة هذا القسم مما لا يعرف منه فتامل وان بقى لك شك بعد فتامل فى كلامه الذى اوردته فى هذه الرسالة ليحصل لك النجاة من هذه الشبهة بالكلية وقلت ايضا انك ما رايت جالينوس وسيبويه فبم عرفت انه كان طبيبا وسيبويه نحويا فان قلت لانى علمت حقيقة علم الطب فطالعت كتبه و تصانيفه وسمعت اقواله فاذا هى مشعرة عن معالجة الامراض وازالة الاسقام فحصل لى منه علم ضرورى بحاله وكذلك علمت النحو ورأيت كتب سيبويه وسمعت اقواله فحصل لى منه علم ضرورى بانه نحوى قلت اذا علمت معنى النبوة فاكثر النظر فى القرآن والاخبار يحصل لك العلم الضرورى بكونه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم على اعلى درجات النبوة وبعد العهد غير قادح فى هذا التصديق كما لا يقدح فى التصديق السابق لما ان جميع اقواله

www.maktabah.org

وافعاله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم مشعر عن تكميل النفوس البشرية في قوتهم العلمية والعملية بالعقائد الحقة والاعمال الصالحة وعن معالجة القلوب المريضة وازالة ظلماتها ولا معنى للنبوة الا ذلك واما شاهق الجبل الذى لم يبلغه دعوة النبى صلى الله عليه وسلم وما سمع اقواله وما علم احواله فلا يمكنه التصديق بنبوته ولا يتيسر له العلم بارساله فكان النبىّ لم يبعث في حقه فكان معذورا غير مكلف بايمانه لقوله سبحانه وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ ۱۷/۱۵

ولما تمكن في قلبى وتقرر في صدرى ان اقرر لهم ما يرفع شكوكهم و احرر لاجلهم ما يزيل شبههم لما رأيت ذلك على نفسى حقا واجبا و دينا لازما لا يسقط بدون الاداء فالفت رسالة وحررت مقالة في اثبات مطلب اصل النبوة ثم في تحققها وثبوتها لخاتم الرسل عليه من الصلوٰة افضلها ومن التحيات اكملها وفى ردّ شبه المنكرين النافين لها وفى ذم الفلسفة وبيان الضرر الحاصل من ممارسة علومهم و مطالعة كتبهم بدلائل وبراهين ملتقطا واخذا اياها من كتب القوم وملحقا ومضيفا اليها ما سنح به خاطرى الكليل بعون الله الملك الجليل، فاقول الرسالة مرتبة على

مقدمة ومقالتين اما المقدمة

ففيها بحثان

البحث الاول فی التحقیق فی معنی النبوة

اعلم ان النبی عند المتکلمین من قال له الله ارسلتك الی قوم کذا او الی کافة الناس او بلغهم عنی او نحوه من الالفاظ المفیدة لهذا المعنی کبعثتك الیهم ونبئهم ولا یشترط فی الارسال شرط ولا استعداد ذاتی کما زعمه الحکماء بل الله یختص برحمته من یشاء وهو اعلم حیث یجعل رسالته لما هو سبحانه قادر مختار یفعل ما یشاء ویختار ما یرید اقول لا یتوهم ان المتکلمین شرطوا المعجزة للنبی ایضا و جعلوها من خواص یمتاز بها عن غیره لان المعجزة عندهم شرط للعلم بکونه نبیا لا لکونه نبیا والمراد من الامتیاز الامتیاز العلمی لا الذاتی فافهم. واما الفلاسفة فقالوا النبی من اجتمع فیه خواص ثلث یمتاز بها عن غیره احدها ان یکون له اطلاع علی المغیبات الکائنة والماضیة والآتیة قلنا ان الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب علی النبی اتفاقا منا ومنکم والاطلاع علی البعض لا یختص بالنبی کما جوزتموه للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا تمییز اقول لعلهم ارادوا الاطلاع علی اکثر المغیبات الخارج عن المعتاد الخارق للعادة وهو لیس بمجهول بل هو معلوم عادة وعرفا واما الاطلاع علی الغیب والاخبار به مرة او مرتین بدون التکرار البالغ حد الاعجاز فلیس بخارق للعادة فحینئذ یتمیز النبی عن غیره فافهم.

www.maktabah.org

اعلم ان المتكلمين ايضا معترفون بان الانبياء يعلمون الغيب باعلام الله سبحانه الا ان الاشتراط به باطل وكذا السبب الذى اوردته الفلاسفة للاطلاع مردود ايضا لانا نسلم حصول اهل الاسلام بقى شئ وهو ان الاطلاع على المغيبات على هذا التقدير يكون داخلا فى الخاصة الثانية لما انه من الامور العجيبة الخارقة للعادة فلا يظهر لايراده على احدة وجه حسن فتامل وثانيها ان يظهر منه الافعال الخارقة للعادة لكون هيولى العناصر مطيعة له منقادة لتصرفاته انقيادا بدنه لنفسه فلا يبعد ان يقوى نفس النبى فيؤثر فى الهيولى العنصرية بحسب ارادته وتصرفاته حتى يحدث بارادته فى الارض رياح وزلازل وحرق وغرق وهلاك اشخاص ظالمة وخراب ابدان فاسدة قلنا هذا بناء على تاثير النفوس فى الاجسام وقد بين فى موضعه ان لا موثر فى الوجود الا الله سبحانه على ان ظهور الامور العجيبة الخارقة للعادة لا يختص بالنبى كما اعترفتم به فكيف يميزه عن غيره اقول ان الفلاسفة وان جوزوا ظهور الامور العجيبة من غير الانبياء ايضا لكنهم لم يجوزوا تكرارها وبلوغها الى حد الاعجاز الخارق للعادة كما يفهم عن عباراتهم فحينئذ يتميز النبى عن غيره لظهور الامور العجيبة الخارقة للعادة من النبى وعدم ظهور تلك الامور من غيره فافهم والله سبحانه اعلم بالصواب۔

وثالثها ان يرى الملائكة مصورة بصور محسوسة ويسمع كلامهم

وحيا من الله سبحانه قلنا هذا لا يوافق مذهبهم واعتقادهم بل هو تلبيس على الناس فى معتقدهم وتستر عن شناعته بعبارة لا يقولون بمعناها لانهم لا يقولون بملائكة يرون بل الملائكة عندهم اما نفوس مجردة فى ذواتها متعلقة باجرام الافلاك او عقول مجردة ذاتا وفعلا ويسمى بالملاء الاعلى ولا كلام لهم حتى يسمع لانه من خواص الاجسام اذ الحروف والاصوات عندهم من الامور العارضة للهواء المتموج اقول لعل الفلاسفة انما منعوا رؤية المجردات وسماع كلامهم اذا كانوا غير مصورين بصور وغير مجسمين باجسام وحينئذ جاز ان يتمثلوا بصور ويظهروا باجسام فيتعلق الرؤية بهم ويجوز سماع كلامهم ايضا لان لكل مرتبة حكما جوازا ومنعا وهؤلاء لما تنزلوا عن مراتبهم العالية ولبسوا كسوة التنزل اخذوا احكام هذه المرتبة ولا محذور فيه فافهم والله سبحانه اعلم.

البحث الثانى فى المعجزة

وهى عندنا عبارة عما قصد به اظهار صدق من ادعى انه رسول الله ولها شرائط - (الف) ان تكون فعل الله لان التصديق منه (ب) ان تكون خارقة للعادة لان ما هو معتاد كطلوع الشمس فى كل يوم وبدؤ الازهار فى كل ربيع لا يدل على الصدق كما ترى (ج) ان يتعذر معارضتها لان ذلك حقيقة الاعجاز - (د) ان تكون ظاهرة

www.maktabah.org

على يد مدعي النبوة ليعلم انه تصديق له - (ه) ان تكون موافقة للدعوى فلو قال معجزتي ان احيي ميتا ففعل خارقا اخر كشق الجبل مثلا لم يدل على صدقه لعدم تنزله منزلة تصديق الله سبحانه اياه - (و) ان لا يكون ما ادعاه واظهره من المعجزة مكذباً له فلو قال معجزتي ان ينطق هذا الضب فنطق الضب انه كاذب لم يعلم به صدقه بل ازداد اعتقاد كذبه لان المكذب هو نفس الخارق - (ز) ان لا تكون متقدمة على الدعوى لان التصديق قبل الدعوى لا يعقل واما كلام عيسى عليه السلام في المهد وتساقط الرطب الجني عليه من النخلة اليابسة وشق بطن محمد صلى الله عليه وآله وسلم وغسل قلبه واظلال الغمامة وتسليم الحجر والمدر عليه وغيرها مما كانت متقدمة على دعوى النبوة فليست معجزات بل هي كرامات وتسمى حينئذ ارهاصا اي تاسيسا للنبوة واما المعجزة المتاخرة عن الدعوى فاما ان يكون تاخرها بزمان يسير يعتاد مثله فظاهر انها دالة على الصدق واما ان يكون تاخرها بزمان متطاول مثل ان يقول معجزتي ان يحصل كذا بعد شهر فحصل فاتفقوا على انه معجزة ايضا دالة على ثبوة النبوة لكنه انتفى التكليف بمتابعته حينئذ ما لم يحصل الموعود لان شرطه العلم بكونه معجزة وذلك بعد حصول ما وعد به واما كيفية دلالتها على صدق مدعي النبوة فاعلم ان هذه الدلالة ليست دلالة عقلية محضة كدلالة الفعل على وجود الفاعل

www.maktabah.org

ودلالة احكامه واتقانه على كونه عالما بما صدر عنه فان الادلة العقلية
ترتبط بنفسها بمدلولاتها ولا يجوز تقدير ها غير دالة عليها وليست
المعجزة كذالك فان خوارق العادات كانفطار السموٰت وانتشار
الكواكب وتدكك الجبال تقع عند تصرم الدنيا وقيام الساعة
ولا ارسال فى ذالك الوقت وكذٰلك يظهر الكرامات على ايدى
الاولياء من غير دلالة على صدق مدعى النبوة كذا حققه السيد
السند فى شرح المواقف اقول وبالله العصمة والتوفيق ان التصريح
بالتحدى وطلب المعارضة وان لم يكن شرطا للمعجزة عند الجمهور
الا ان التحدى الضمنى المفهوم من قرائن الاحوال مما لابد منه فى
المعجزة عند الكل وبدونه لا تصير معجزة فالاخبار عن اشياء يكون
وقوعها وتحققها عند تصرم الدنيا وقيام الساعة لا يكون معجزة لما
لا تحدى ثمة اصلا اما صريحا فظاهر واما ضمنا فكذٰلك لما لا وجود
لاحد فى ذٰلك الوقت حتى يتصور منه طلب المعارضة وكذٰلك
الكرامات الظاهرة على ايدى الاولياء ليست معجزات لعدم مقارنتها
الدعوى والتحدى فلا يلزم من عدم دلالة هذه الخوارق على صدق
مدعى النبوة خلو المعجزات عن هذه الدلالة والمطلوب هوذاك
فافهم فان قلت دلالة المعجزات على صدق مدعى النبوة ليست
الا لانها خارقة للعادة ولا مدخل لخصوصية المعجزة فى هذه الدلالة
قلت ليس الامر كما زعمت بل الدال هو تعذر المعارضة وعدم قدرة

٢ وكذا دلالة سمعية لتوقفها على صدق النبي فيدور بل هي دلالة عادية ـ

www.maktabah.org

الغير على اتيان مثلها الذى هو حقيقة الاعجاز فيكون لخصوصيتها
مدخل فى الدلالة بل هى العمدة فى الدلالة لا يقال قد صرح السيد
السند الشريف فى شرح المواقف بأن الدليل النقلى المحض لا يتصور
اذ صدق المخبر لا بد منه وانه لا يثبت الا بالعقل وهو ان ينظر فى المعجزة
الدالة على الصدق يفهم منها ان دلالة المعجزة على صدق النبى عقلية
ونفى ههنا الدلالة العقلية عنها فهل هذا الا تناقض لانا نقول المفهوم
من هذه العبارة هو نظر العقل فى المعجزة الدالة على الصدق ليعلم
منه صدق المخبر واما ان دلالتها على الصدق عقلية او عادية او غير
ذالك فمما لا يفهم منها اصلا سلمنا ذلك لكن لا يفهم منها انها دلالة
عقلية محضة وهو المطلوب بالنفى ههنا لما لا يدعى احد ان لا مدخل للعقل
فى دلالتها اصلا ليكون تناقضا والحصر الواقع فى عبارته قدس سره
اضافى او ورد بالنسبة الى النقل فتأمل وكذا ليست دلالة المعجزة على صدق
النبى دلالة سمعية والا يلزم التوقف على صدق النبى بل هى دلالة عادية حيث اجرى
الله تعالى عادته بخلق العلم بالصدق عقيب ظهور المعجزة فان اظهار المعجزة
على يد الكاذب وان كان ممكنا عقلا فمعلوم انتفاؤه عادة لان من قال انا
نبى ثم تنق الجبل واوقفه على رؤسهم وقال ان كذبتمونى وقع عليكم و
ان صدقتمونى انصرف عنكم وكلما هموا بتصديقه بعد عنهم واذا
هموا بتكذيبه قرب منهم علم بالضرورة انه صادق فى دعواه والعادة
قاضية بامتناع ذلك من الكاذب وقد اوردوا لهذا امثلا وقالوا اذا

ادعى الرجل بمشهد الجم الغفير انى رسول هذا الملك اليكم ثم قال للملك
ان كنت صادقا فخالف عادتك وقم من الموضع المعتاد لك وهو السرير
واقعد بمكان لا تعتاده ففعل كان ذلك نازلا منزلة التصديق بصريح
مقاله ولم يشك احد فى صدقه بقرينة الحال وليس هذا من باب
قياس الغائب على الشاهد بل ندعى ان ظهور المعجزة يفيد علما ضروريا
بالصدق وان كونه مفيدا له معلوم بالضرورة العادية ونذكر هذا
المثال للتفهيم وزيادة التقرير وقالت المعتزلة خلق المعجز على يد الكاذب
مقدور لله تعالى لعموم قدرته لكنه ممتنع وقوعه فى حكمته كان فيه ايهام
صدقه وهو اضلال قبيح من الله سبحانه فيمتنع صدوره عنه كسائر
القبايح قال الشيخ وبعض اصحابنا ان خلق المعجزة على يد الكاذب
غير مقدور فى نفسه لان للمعجزة دلالة على الصدق قطعا بحيث
يمتنع التخلف عنها فلا بد لها من وجه دلالة اذ به يتميز الدليل الصحيح
عن الفاسد وان لم نعلم ذلك الوجه بعينه فان دل المعجز المخلوق
على يد الكاذب على الصدق كان الكاذب صادقا وهو محال والا انتفت
المعجز عما يلزمه من دلالته القطعية على مدلوله وهو ايضا محال
وقال القاضى اقتران ظهور المعجزة بالصدق ليس امرا لازما لزوما
عقليا كاقتران وجود الفعل بوجود فاعله بل هو احد العاديات كما عرفت
فاذا جوزنا اخراقها عن مجراها العادى جاز اخلاء المعجز عن اعتقاد
الصدق وحينئذ يجوز اظهاره على يد الكاذب ولا محذور فيه سوى

www.maktabah.org

خرق العادة فى المعجزة والمفروض انه جائز واما بدون ذلك التجويز فلا يجوز اظهاره على يد الكاذب لان العلم بصدق الكاذب محال - اقول ان تجويز انخراق العاديات عن مجراها العادى مطلقا يوجب تجويز اخلاء المعجزة عن اعتقاد صدق النبى ايضا لان العلم بصدقه عقيب المعجزة عادى فحينئذ لا يتميز الصادق عن الكاذب وينسد باب اثبات النبوة لان المعجزة فى اثباتها تحقق العلم الضرورى العادى بصدق النبى عند ظهور المعجزة بل يلزم ان لا يكون المعجزة معجزة وان لا يكون لها دلالة على الصدق اصلا لانها باعتبار خرقها العادة تسمى معجزة و تدل على الصدق فلو جوزنا انخراق العادة مطلقا صارت هى حينئذ كالامور المعتادة فى عدم الدلالة على الصدق كطلوع الشمس فى كل يوم فالحق فى هذا المقام ما اتلو عليك انا انما جوزنا خرق العادة خاصة فى حق النبى اعجازا وفى حق الولى كرامة مع كونه سفسطة لحصوله فى كل عصر وتحققه فى كل زمان حتى صار عادة مستمرة لا يمكن انكاره ولا يرتفع استبعاده واما فيما وراء ذلك فالعادة باقية على حالتها الاصلية لا يرتفع استبعادها ولا يتطرق اليها شبهة ولا يجوز فيها انخراق اصلا ولا يلزم تجويز انقلاب الجبل الذى رأيناه فيما مضى ذهبا الان وكذا ماء البحر دما او دهنا واوانى البيت رجالا علماء وتولد هذا الشيخ دفعة بلا اب و ام وكون من ظهرت المعجزة على يده غير من ادعى النبوة بان يعدم هو ويوجد مثله ولا يخفى ما فيه من الخبط والاخلال فى امور المعاش و

المعاد فلو اظهر الله سبحانه المعجزة على يد الكاذب لم يتخلف عنها اعتقاد صدقه عادة ويلزمها العلم العادی بصدقه لما ان العادة احد طرق العلم كالحس والعلم بصدق الكاذب محال وايضاً يكون اظهار المعجزة تصديقاً من الله للكاذب وتصديق الكاذب كذب تعالى الله عما يقول الظالمون علواً كبيراً[له] واما السحر ونحوه فمن قبيل ترتيب الاسباب لحصول المسببات وليس من الخوارق فی شیئ على انه توهيم وتخييل و اراءة حقيقة غير متحققة فی نفس الامر كَسَرَابٍۭ بِقِيعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا۔

المقالة الاولیٰ وفيها مسلكان

المسلك الاول، فی البعثة وحقيقة النبوة واضطرار كافة الخلق اليها اعلم ان جوهر الانسان فی اول الفطرة خلق ساذجاً خالياً لا خبر معه من عوالم الله والعوالم كثيرة لا يعلمها الا الله سبحانه كما قال سبحانه وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وانما خبره من العوالم بواسطة الادراك فكل ادراك من الادراكات انما خلق ليطلع الانسان به على عالم من الموجودات ونعنی بالعوالم اجناس الموجودات فاول ما يخلق فی الانسان حاسة اللمس فيدرك به الحرارة والبرودة والرطوبة واليبوسة واللين والخشونة وغيرها واللمس قاصر عن ادراك الالوان والاصوات قطعاً بل هی كالمعدومة فی حق اللمس ثم يخلق له البصر فيدرك به الالوان والاشكال وهو اوسع عالم المحسوسات

له ... عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (بنی اسرائیل ۴۳)

www.maktabah.org

ثم ينفتح له السمع فيسمع الاصوات والنغمات ثم يخلق له الذوق كذلك الى
ان يجاوز عالم المحسوسات فيخلق فيه التميز وهو قريب من سبع سنين وهو طور
آخر من اطوار وجوده فيدرك فيه امورا زايدة على المحسوسات يوجد منها شئ فى
عالم الحس ثم يترقى الى طور آخر فيخلق له العقل فيدرك الواجبات و
الجائزات والمستحيلات واموراً لا توجد فى الاطوار التى قبله ووراء العقل
طور آخر تنفتح فيه عين اخرى يبصر بها الغيب وما سيكون فى المستقبل واموراً
أُخرى العقل معزول عنها كعزل قوة الحس عن مدركات التميز وكما ان
المتميز لو عرض عليه مدركات العقل لابى واستبعدها فكذلك بعض العقلاء
ابى مدركات النبوة فاستبعدها وذلك عين الجهل اذ لا مستند له الا انه
طور لم يبلغه ولم يوجد فى حقه فظن انه ليس موجوداً فى نفسه والا لكمه لو لم
يعلم بالتواتر والتسامع الالوان والاشكال وحكيت له ابتداءً لم يعلمها ولم
يقر بها وقد قرب الله تعالى ذلك على خلقه بان اعطاهم انموذجاً من خاصة
النبوة وهو النوم اذ النائم يدرك ما سيكون من الغيب اما صريحاً او فى كسوة
مثال يكشف عنه التعبير وهذا القسم لو لم يجربه الانسان من نفسه وقيل
له ان من الانسان من يسقط مغشياً عليه كالميت ويزول احساسه وسمعه
وبصره فيدرك الغيب لانكره ولاقام البرهان على استحالته وقال القوى
الحاسة اسباب الادراك فمن لم يدرك الاشياء مع وجودها وحضورها فبان لا يدرك مع
زوالها اولى واحق وهذا نوع قياس يكذبه الوجود والمشاهدة وكما ان العقل طور
من اطوار الآدمى تحصل فيه عين يبصر بها انواعا من المعقولات والحواس

www.maktabah.org

معزولة عنها فكذلك النبوة عبارة عن طور تحصل فيه عين لها نور يظهر
في نورها الغيب وامور لا يدركها العقل والشك في النبوة اما ان يقع في امكانها
اوفي وجودها او دليل امكانها وجودها ودليل وجودها وجود معارف و علوم
لا يتصور ان تنال بالعقل كعلم الطب والنجوم فان من بحث عنها علم بالضرورة
انها لا يدرك الا بالهام الهي وتوفيق من جهة الله تعالى سبحانه ولا سبيل اليها
بالتجربة فمن الاحكام النجومية ما لا تقع الا في كل الف سنة مرة فكيف ينال
ذلك بالتجربة وكذلك خواص الادوية فتبين بهذا البرهان ان من الامكان
وجود طريق لادراك هذه الامور التي لا يدركها العقل وهو المراد بالنبوة
لان النبوة عبارة عنها فقط بل ادراك هذا الجنس الخارج من مدركات
العقل احدى خواص النبوة ولها خواص كثيرة سواها وما ذكرناها قطرة من بحرها ما هو
انموذجا منها من مدركاتك في النوم ومعك علوم من جنسها في الطب
والنجوم وهي معجزات الانبياء ولا سبيل اليها للعقلاء ببضاعة العقل
اصلا واما ما عداها من خواص النبوة فانما تدرك بالذوق من سلوك طريق
التصوف وسبيل اولياء الله ولكن هذه الخاصة الواحدة تكفيك
للايمان باصل النبوة كما ذكره الامام الغزالي في كتابه المسمى بالمنقذ
من الضلال قالت الفلاسفة البعثة حسنة لاشتمالها على فوائد
كمعاضدة العقل فيما يستقل بمعرفته العقل مثل وجود الباري وعلمه
وقدرته واستفادة الحكم من النبي فيما لا يستقل به العقل مثل
الكلام والرؤية والمعاد الجسماني لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (١٦٥)

دون وجودها او حصولها للشخص معين

١٢ انما ذكرها لان معلمات

وازالة الخوف الحاصل عند الاتيان بالحسنات لكونه تصرفا فى ملك الله بغير اذنه وعند تركها لكونه ترك الطاعة واستفادة الحسن والقبح فى الافعال التى يحسن تارة ويقبح اخرى من غير اهتداء للعقل الى مواقعها ومعرفة منافع الاغذية والادوية ومضارها التى لا تقتفى بها التجربة الا بعد ادوار واطوار مع ما فيها من الاخطار وحفظ النوع الانسانى فان الانسان مدنى بالطبع الى التعاون فلا بد من شرع يفرضه شارع يكون مطاعا و تكميل النفوس البشرية بحسب استعداداتهم المختلفة فى العمليات و العلميات وتعليمهم الصنايع الحقيقية من الحاجات والضروريات و الاخلاق الفاضلة الراجعة الى الاشخاص والسياسات الكاملة العائلة الى الجماعات من المنازل والمدن والاخبارات بالعقاب والثواب ترغيبا فى الحسنات وتحذيرا عن السيئات الى غير ذلك - لا يخفى ان المفهوم من هذا الكلام وجوب البعثة فالمراد بالحسن ما يعم الواجب ايضا ويؤيده ما وقع التصريح منهم فى بعض المواضع بان البعثة واجبة -

اعتراضات المنكرين

والمنكرون للبعثة اوردوا اعتراضات الاول المبعوث لا بد ان يعلم ان القائل لما ارسلتك فبلغ عنى هو الله ولا طريق الى العلم به اذ لعله من القاء الجن وانكم اجمعتم على وجوده - والجواب ان المرسل ينصب دليلا يعلم به الرسول ان القائل لما ارسلتك هو الله دون الجن بان يظهر الله سبحانه آيات ومعجزات يتقاصر عنها جميع المخلوقات وتكون مفيدة لذلك العلم او يخلق علما ضروريا

www.maktabah.org

فيه بانه المرسل والقائل الثانى ان من يلقى الى النبى الوحى ان كان
جسمانيا وجب ان يكون مرئيا لكل من حضر حال الالقاء وليس الامر كذلك
كما اعترفتم به وان لم يكن جسمانيا بل روحانيا كان القاء الوحى منه بطريق
التكلم مستحيلا اذ لا يتصور للروحانية كلام والجواب باختيار الشق الاول
ومنع الملازمة استنادا بانه جاز ان لا يخلق الله رؤيته فى الحاضرين فان
قدرته لا تقتصر عن شئ ولا يخفى ان تجويز عدم خلق رؤيته للحاضرين مع
انه فى نفسه ممكن مقدور لله سبحانه يستلزم تجويز ان يكون بحضرتنا
جبال شاهقة وبلاد عظيمة لا نراها وبوقات وطبول لا نسمعها وهو
سفسطة فاقول والله سبحانه اعلم ان الملقى جسمانى لطيف شفاف
وهو الملك ورؤية الجسم الشفاف غير معتادة كالسماء فلا يلزم السفسطة
وانما يلزم ان لو يجوز عدم رؤية الجسم الكثيف لما هو خلاف المعتاد فافهم.
ولنا ان نجيب باختيار الشق الثانى ايضا بان يكون الروحانى متمثلا
بصورة لطيفة شفافة ويسمع الرسول كلامه وحيا من الله سبحانه كما مر
ولا محذور فيه فتامل. الثالث التصديق بالرسالة يتوقف على العلم
بوجود المرسل وما يجوز عليه وما لا يجوز وانه لا يحصل الا بغامض النظر لمرسل
والنظر الموصل الى هذا العلم غير مقدر بزمان معين كيوم اوسنة بل هو
مختلف بحسب الاشخاص واحوالهم فللمكلف الاستمهال لتحصيل النظر وله
دعوى عدم العلم فى اى زمان كان وحينئذ يلزم افحام النبى ويبقى البعثة
عبثا وان لم يجز له الاستمهال بل وجب عليه التصديق بلا مهلة

www.maktabah.org

لزم التكليف بما لا يطاق لان التصديق بالرسالة بدون العلم المذكور مما لا يتصور وجوده وانه قبيح عقلا فيمتنع صدوره عن الحكيم تعالى. والجواب انه لا يجب الامهال لانا بيّنا فيما سبق من انه اذا ادعى الرسالة واقترن بدعواه المعجزة الخارقة للعادات وجب المتابعة بلا مهلة لحصول العلم العادى عند ظهور المعجزة بصدق الرسول فافهم۔

الرابع ان البعثة لا يخلو عن التكليف لانه فائدتها والتكليف ممتنع بوجوه الاول انه يثبت الجبر لما ان فعل العبد واقع بقدرة الله تعالى اذ لا تاثير لقدرة العبد عندكم والتكليف بقدرة الغير تكليف بما لا يطاق والجواب ان قدرة العبد وان كان غير موثرة الا ان لها تعلقا بالفعل يسمى كسبا وباعتباره جاز التكليف به فلا يكون تكليفا بما لا يطاق الثانى ان التكليف اضرار بالعبد لما يلزم من ضرر التعب بالفعل او العقاب بالترك والاضرار قبيح والله تعالى منزه عنه والجواب ان ما فى التكليف من المصالح الدنيوية والاخروية يربى كثيرا على المضرة التى هى فيها كما سيجئ تحقيقه وترك الخير الكثير لاجل الشر القليل مما لا يجوز الثالث ان ما فى التكليف من التعب اما لا لغرض وهو عبث قبيح او لغرض يعود الى الله وهو تعالى منزه عن الاغراض كلها او الى العبد وهو اما اضرار وهو منتف بالاجماع او نفع وتكليف جلب النفع والتعذيب بعدمه يخل فى المعقل لانه بمنزلة ان يقال لتحصل المنفعة لنفسك والا عذبتك ابد الاباد والجواب انه فرع حكم العقل بالحسن والقبح ووجوب الغرض فى افعاله تعالى وقد ابطلنا كل واحد منهما فى موضعه وايضا ان

التكليف لغرض يعود الى العبد وهو المنافع الدنيوية والاخروية التى تربي على مضرة التعب بمشاق الافعال و اما عقابه ابدا فليس لانه لم يحصل المنفعة بل لانه لم يمتثل امر مولاه وسيده وفى ذلك اهانة له اقول والله سبحانه اعلم للمعترض ان يقول لم كلف الله سبحانه به مع علمه بانه لايمتثل ولا يستجلب به فائدة لنفسه فهل هذا الا اضرار له وهو قبيح ويمكن الجواب عنه بان التكليف وان كان بالنسبة اليه اضرارا الا انه قد مران الضرر القليل لاجل الخير الكثير مما يجوز عقلا فلا يكون قبيحا قالت المعتزلة ان فى تكليف الكافر فائدة ايضا هى التعريض للثواب فان الثواب فائدة امتثال المكلف للمكلف به لا فائدة التكليف وقريب من هذا ما اوردوا امثالا وهو لمن دعا غيره الى طعامه وهو يعلم انه لا يجيبه الا انه استعمل معه نوعا من التادب والتلطف واذا لم يفعل الداعى ذلك النوع من التادب كان ناقضا لغرضه۔

حكمة البعثة والشرايع

الاولى والانفع فى هذا المقام ان يذكر ما قاله حكماء الاسلام من ان التكليف حسن بيان ذلك ان الله تعالى خلق الانسان بحيث لا يستقل وحده بامور معاشه لاحتياجه الى غذاء ولباس ومسكن وسلاح وغير ذلك من الامور التى كلها صناعى لا يقدر عليها صانع واحد مدة حياته وانما يتيسر لجماعة يتعاضدون ويتشاركون فى تحصيلها بان يعمل كل لصاحبه بازاء ما يعمل له الآخر مثلا يخيط هذا لذلك ويحصل ذلك الابرة له — وعلى هذا قياس سائر الامور فيتم امر معاشه باجتماع من بني نوعه ولهذا قيل الانسان مدنى بالطبع فان التمدن باصطلاحهم

www.maktabah.org

عبارة عن هذا الاجتماع ولا ينتظم الا اذا كان بينهم معاملة و
عدل لان كل واحد يشتهي ما يحتاج اليه ويغضب على من يزاحمه فيه
وذلك يدعوه الى الجور على الغير فيقع من ذلك الحرج فيختل امر الاجتماع
ونظامه للمعاملة وللعدل جزئيات غير محصورة لا ينضبط الا بوضع
قوانين هي السنة والشرع فلا بد من شارع ثم انهم لو تنازعوا في وضع السنة
والوضع والشرع لوقع الحرج فينبغي ان يمتاز الشارع منهم باستحقاق
الطاعة لينقاد الباقون له في قبول السنة والشرع منه وهذا الاستحقاق
انما يتصور باختصاصه بايات تدل على انه من عند الله تعالى وتلك هي
المعجزات ثم ان الجمهور من الناس يستحقرون احكام الشرع اذا استولى
عليهم الشوق الى مشتهياتهم فيقدمون على المعصية ومخالفة الشرع
فاذا كان للمطيع ثواب وللعاصي عقاب فحملهم الخوف والرجاء على الطاعة
وترك المعصية كان انتظام الشريعة اقوى مما اذا لم يكن كذلك فوجب
عليهم معرفة الشارع والمجازي ولا بد من سبب حائط بتلك المعرفة
فلذلك شرعت العبادات المذكورة لصاحب الشرع والمجازي وكررت
عليهم حتى استحكمت التذكر به لتكرير فاذا ينبغي ان يكون الشارع داعيا
الى التصديق بوجود خالق عليم قدير وال الايمان بشارع مرسل اليهم من
عنده صادق والى الاعتراف بوعد ووعيد وثواب وعقاب اخرويين والى
القيام بعبادات يذكر فيها الخالق بنعوت جلاله والى الانقياد بسنة التي
يحتاج اليها الناس في معاملاتهم حتى يستمر بتلك الدعوة العدل المقيم

www.maktabah.org

لنظام امور النوع وتلك السنة استعمالها نافع فى امور ثلثة الاول رياضة القوى النفسانية بمنعها عن معانقة الشهوة والغضب المانعة عن توجه النفس الناطقة الى جناب القدس الثانى ادامة النظر فى الامور العالية المقدسة عن العوارض المادية والكدورات الحسية المودية الى ملاحظة الملكوت الثالث تذكر انذارات الشارع ووعده للمحسن ووعيده للمسئ المستلزمة لاقامة العدل فى الدنيا مع زيادة الاجر والثواب فى الاخرة هذا كلامهم وقريب من هذا ما قالت المعتزلة من ان التكليف واجب عقلا لانه زاجر عن ارتكاب القبائح لان الانسان بمقتضى طبعه يميل الى الشهوات والمستلذات فاذا علم انها حرام انزجر عنه والزجر عن القبائح واجب، الرابع[له] التكليف اما مع وجود الفعل ولا فائدة فيه اصلا لوجوده وتعيين صدوره فيكون عبثا قبيحا من وجوه امتناع التكليف وكذا المحال اذا كان التكليف بعد الفعل مع انه تكليف بتحصيل الحاصل واما قبل وجود الفعل وانه تكليف بما لا يطاق لان الفعل قبل الفعل محال اذ لا يمكن وجود الشئ حال عدمه والجواب[ع] ان القدرة مع الفعل عندنا والتكليف به فى هذه الحالة ليس تكليفا بالمحال الذى هو تحصيل الحاصل وانما يكون كذلك ان لو كان الفعل حاصلا بتحصيل سابق على التحصيل الذى هو ملتبس به وليس كذلك بل هو حاصل بذلك التحصيل على انا نقول التكليف كالاحداث فيقال احداثه اما حال وجوده فيكون تحصيلا للحاصل واما حال عدمه فيكون جمعا بين النقيضين والاحداث مما لا شك فيه

ق النفس

له اى الوجه الرابع من وجوه امتناع التكليف ۱۲ ع اى باختيار الشق الاول

فما هو جوابكم فی الاحداث فهو جوابنا فی التكليف والمعتزلة اجابوا عن هذا الاعتراض بان التكليف قبل الفعل ليس ذلك تكليفا بما لا يطاق لان التكليف فی الحال انما هو بالايقاع فی ثانی الحال لا بالايقاع فی الحال ليكون جمعا بين النقيضين وهو الوجود والعدم كما ان تكليف الكافر فی الحال انما هو بايقاع الايمان فی ثانی الحال وفيه نظر لانه ان استمر الكفر مثلا فی ثانی الحال فلا قدرة فيه على الايمان وان بدل بالايمان لم يكن مكلفا به لاستحالة التكليف لتحصيل الحاصل ويمكن الجواب عنه بان التكليف لا يتعلق الا بما هو مقدور واللازم منه ان يكون المكلف به مقدورا فی زمان وجوده واما كون القدرة مجامعة للتكليف فلا ومع ان التكليف بتحصيل الحاصل انما يستحيل اذا كان بتحصيل اخر لا بذلك التحصيل كما مر فان قلت ان استمرار الكفر فی ثانی الحال لا ينفی قدرته على الايمان فيه عندهم لان الايمان حال الكفر مقدور بزعمهم لان القدرة قبل الفعل ثابتة ليصح تكليف الكافر بالايمان لما ان التكليف لغير المقدور غير واقع لقوله تعالى لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲/۲۸۶) وحينئذ يصح الجواب باختيار الشق الاول ايضا كما ترى فاقول والله سبحانه اعلم مراد الناظر انه على تقدير استمرار الكفر فی ثانی الحال يكون الايمان غير مقدور وفيه ايضا لانه جمع بين الوجود والعدم فلا يكون لاعتذارهم بان التكليف فی الحال انما هو بالايقاع فی ثانی الحال فائدة اصلا فعلى هذا لا يمكن الجواب باختيار الشق الاول كما لا يخفى فافهم۔

الخامس لبعض الملاحدة ان التكليف بالافعال الشاقة

عقلی ... (margin notes illegible)

البدنية يشغل الباطن عن التفكر فى معرفة الله تعالى وما يجب له من الصفات وما يجوز ويمتنع من الافعال ولا شك ان المصلحة المتوقعة من هذ الغايات وهو النظر فيما ذكر يربى على ما يتوقع مما كلف به فكان ممتنعا عقلا والجواب ان التفكر فى معرفة الله تعالى سبحانه هو المقصد الاقصى من التكليف وسائر التكاليف معينة عليه داعية اليه ووسيلة الى صلاح المعاش المعين على صفاء الاوقات عن المشوشات التى يربى شغلها على شغل التكاليف - الاعتراض الخامس ان فى العقل مندوحة وكفاية عن البعثة فلا فائدة فيها احتجوا بان ما حكم العقل بحسنه يفعل وما حكم بقبحه يترك وما لم يحكم فيه بحسن ولا بقبح يفعل عند الحاجة اليه لان الحاجة حاضرة فيجب اعتبارها دفعا لمضرة فواتها ولا يعارضها مجرد احتمال المضرة بتقدير قبحه ويترك عند عدمها للاحتياط فى دفع المضرة المتوهمة والجواب بعد تسليم حكم العقل بالحسن والقبح ان الشرع المستفاد من البعثة فائدته تفصيل ما اعطاه العقل اجمالا من مراتب الحسن والقبح والمنفعة والمضرة وبيان ما يقصر عنه العقل ابتداء فان القائلين بحكم العقل لا ينكرون من الافعال ما لا يحكم العقل فيه بشئ كوظائف العبادات وتعيين الحدود فى مقاديرها وتعليم ما ينفع وما يضر من الافعال والنبى الشارع كالطبيب الحاذق يعرف الادوية وطبائعها وخواصها بما لو امكن معرفتها للعامة بالتجربة ففى دهر طويل يحرمون فيه من فوائدها ويقعون فى المهالك قبل استكمالها اذ ربما يستعملون من الادوية فى تلك المدة ما يكون مهلكا

www.maktabah.org

ولا يعلمون ذلك فيهلكهم مع ان اشتغالهم بذلك يوجب اتعاب النفس وتعطل الصناعات الضرورية والشغل عن مصالح المعاش فاذا تسلموه من الطبيب خفت المؤنة وانتفعوا به وسلموا من تلك المضار فكما لا يقال فى امكان معرفة ما ذكر غنى عن الطبيب فكذا لا يقال فى امكان معرفة التكاليف واحوال الافعال بتامل العقل فيها غنى عن المبعوث كيف والنبى لا يعلم ما لا يعلم الا من جهة الله سبحانه بخلاف الطبيب اذ يمكن التوصل الى جميع ما يعلمه بمجرد الفكر والتجربة فاذا لم يكن هو مستغنى عنه كان النبى اولى بذلك وفيما تقدم من تقرير مذهب الحكماء فى اثبات النبوة وحسن التكليف تتمة هذا الكلام.

السادس المعجزة ممتنعة لانها خرق للعادة وتجويزه سفسطة فلا يثبت النبوة والجواب ان خرق العادات ليس اعجب من اول خلق السموات والارض وما بينهما والجزم بعدم وقوع الخرق فى بعض المواد لا ينافى امكانه فى نفسه على ان خرق العادة من الانبياء والاولياء عادة مستمرة يوجد فى كل عصر واوان فلا يمكن للعاقل المنصف انكاره بل نقول ان المعجزة عندنا ما يقصد به تصديق مدعى الرسالة وان لم يكن خارقا للعادة اقول وفيه نظر لانه ينافى ما مر فى شرائط المعجزة من ان خرق العادة شرط فيها ولانه لو لا ذلك لكانت المعجزة غير دالة على الصدق كالامور المعتادة فافهم

السابع ظهور المعجزات لا يدل على الصدق لاحتمال كونه

من فعله لامن فعل الله لكونه ساحرا وقد اجمعتم على حقيته وتاثيره
في امور غريبة او بطلسم اختص هو بمعرفته والجواب ان التجويزات
العقلية لاتنافي العلم العادي كما في المحسوسات فانا نجزم بان حصول
الجسم المعين لايمتنع فرض عدمه بل له مع الجزم بحصوله جزما
مطابقا للواقع ثابتا لايتطرق اليه شبهة للحس الشاهد به شهادة
موثوقا بها والعادة احد طرق العلم كالحس فجاز ان يجزم كجزم الحس بشئ
من جهة العادة مع امكان نقيضه في نفسه وايضا قد بين في موضعه
ان لامؤثر في الوجود الا الله فالمعجزة لايكون الا فعلا له لا للمدعي
والسحر ونحوه ان لم يبلغ حد الاعجاز الذي هو كفلق البحر واحياء الموتى
وابراء الاكمه والابرص فظاهر انه لايلتبس السحر بالمعجزة فلا اشكال
وان بلغ حد الاعجاز فاما ان يكون بدون دعوى النبوة والتحدي
فظاهر ايضا انه لا التباس او يكون مع ادعاء هما وحينئذ فلابد من
احد الامرين ان لايخلقه الله سبحانه على يده او ان يقدر غيره على معارضته
والا كان تصديقا للكاذب وهو محال على الله تعالى لكونه كذبا.

الثامن العلم بحصول المعجز لايمكن لمن يشاهده الا بالتواتر
وهو لايفيد العلم فلا يحصل العلم بنبوة احد لمن لم يشاهد معجزته
وانما لايفيد التواتر العلم لجواز الكذب على كل واحد من اهل
التواتر فكذا يجوز الكذب على الكل اذ ليس كذب الكل الا كذب كل
واحد والجواب منع مساواة حكم الكل من حيث هو كل لحكم كل

www.maktabah.org

واحد لما يرى من قوة العشرة على تحريك ما لا يقوى عليه كل احد

التاسع قالوا اتبعنا الشرايع فوجدناها مشتملة على ما لا يوافق العقل والحكمة فعلمنا انها ليست من عند الله وذلك كاباحة ذبح الحيوان وايلامه لمنفعة الاكل وغيره وايجاب تحمل الجوع والعطش في ايام معينة والمنع عن الملاذ التي بها صلاح البدن وتكليف الافعال الشاقة وطي البوادي لزيارة بعض المواضع والوقوف ببعض والسعي في بعض والطواف ببعض مع تماثلها ومضاهاة المجانين والصبيان في التعري وكشف الراس والرمي لا الى مرمى وتقبيل حجر لا مزية له على سائر الاحجار وكتحريم النظر الى الحرة الشهواء دون الامة الحسناء والجواب بعد تسليم حكم العقل بالحسن والقبح ووجوب الغرض في افعاله تعالى ان غايته[1] عدم الوقوف على الحكمة في تلك الصور المذكورة ولا يلزم منه عدمها في نفس الامر ولعل هناك مصلحة استاثر الله سبحانه بالعلم بها وقد بينا من قبل ان وراء العقل طورا آخر يتفتح فيه عين اخرى يبصر بها الغيب وما سيكون وامورا اخرى العقل معزول عنها كعزل قوة الحس عن مدركات التميز وسا ورد لهذا زيادة

تحقيق في اول المسلك الثاني

انشاء الله تعالى

[1] اى غاية الامر ١٢

المسلك الثانی فی اثبات نبوة خاتم الانبياء محمد ن المصطفیٰ

صلی الله تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اعلم ان من الامور ما لها خواص لايبعد ربما يصر العقل حواليها اصلا بل يكاد العقل يكذبها او يقضي باستحالتها فلنقم البرهان على امكان تلك الامور بل على وجودها فنقول ان وزن دانق من الافيون سم قاتل لانه يجمد الدم في العروق لفرط برودته والذي يدعي علم الطبيعة يزعم ان ما يبرد من المركبات انما يبرد بعنصري الماء والتراب فهما العنصران الباردان ومعلوم ان ارطالا من الماء والتراب لا يبلغ تبريدهما في الباطن الى هذا الحد فلو اخبر طبيعي بهذا او لم يجربه لقال هذا محال والدليل على استحالته ان فيه نارية وهوائية والهوائية والنارية لا تزيده برودة فلو يقدر الكل ماء او ترابا لا يوجب هذا الافراط في التبريد واذا انضم اليه حاران فاولى بان لا يوجب ويقدر هذا برهانا واكثر براهين الفلاسفة في الطبيعيات والالهيات مبني على هذا الجنس فانهم تصوروا الامور على قدر ما وجدوه وعقلوه وما لم يعقلوه قدروا استحالته و كذلك من لم يكن بالرويا الصادقة مالوفا وادعى مدع انه عند زوال الحواس يعلم الغيب لانكره المتصرفون بمثل هذه العقول ولو قيل لواحد هل يجوز ان يكون في الدنيا شيء هو مقدار حبة يوضع في بلدة يا كل البلدة بجملتها ثم يأكل نفسه فلا يبقى شيء من البلدة وما فيها ولا يبقى هو في نفسه لقال هذا محال وهو من جملة الخرافات وهذه حالة النار وينكرها من لم ير النار اذا سمعها

www.maktabah.org

والكثر انكار احكام الشرائع وعجائب الآخرة من هذا القبيل فنقول للطبيعي اذن اضطررت الى ان تقول فى الافيون خاصية فى التبريد ليس على قياس المعقول بالطبيعة فلم لا يجوز ان يكون فى الاوضاع الشرعية من الخواص فى مداواة القلوب وتصفيتها ما لا يدرك بالحكمة العقلية بل لا يبصر ذلك الا بعين النبوة وقد اعترفوا بخواص هي اعجب من هذا فيما اوردوه فى كتبهم وهى من الخواص العجيبة المجربة فى معالجة الحامل التى عسر عليها الطلق هذا الشكل[١] يكتب على خرقتين لم يصبهما ماء وتضعهما تحت قدميها وتنظر اليهما الحامل بعينها فيسرع الولد الى الخروج فى الحال وقد اقروا بامكان ذالك واوردوه فى عجائب الخواص وهو شكل فيه تسعة بيوت يرقم فيها رقوم مخصوصة يكون ما فى جدول واحد خمسة عشر ... فى طول الشكل او عرضه على التاريب فليت شعري من يصدق ذلك لم لا يتسع عقله للتصديق بان تقدير صلوة الصبح بركعتين والظهر باربع والمغرب بثلث هى الخواص غير معقولة بنظر الحكمة وسببها اختلاف هذه الاوقات وانما تدرك هذه الخواص بنور النبوة والعجب انا لو غيرنا العبارة الى عبارة المنجمين لاعترفوا باختلاف هذه الاوقات ورتبوا له حججا

١ه لم تكن هذه الاشكال موجودة فى هذه النسخة ونقلت من نسخة كنديان -

٢	٧	٦
٩	٥	١
٤	٣	٨

٤	٩	٢
٣	٥	٧
٨	١	٦

ح	ج	د
ا	ه	ط
و	ز	ب

وايضا توجد هذه الاشكال فى المنقذ من الضلال للغزالى مع اختلاف يسير وهو هذا :-

د	ط	ب
ج	ه	ز
ح	ا	و

www.maktabah.org

فنقول ليس يختلف الحكم في الطالع بان تكون الشمس في وسط السماء او في الطالع او في الغارب قالوا بلى حتى بنوا على هذا تقويما تهم و اختلاف المطالع وتفاوت الآجال والاعمار ولا فرق بين الزوال و بين كون الشمس في وسط السماء ولا بين المغرب وبين كون الشمس في الغارب فهل لمتصديقه سبب الا انه سمعه بعبارة منجم جرب كذبه مائة مرة فلا يزال يعاود تصديقه حتى لو قال المنجم اذا كانت الشمس في وسط السماء ونظر اليه الكوكب الفلاني فلبست ثوبا جديدا في ذلك الوقت قتلت في ذلك الثوب فانه لا يلبس الثوب في ذلك الوقت وربما يقاسي فيه البرد الشديد فليت شعري من يسع عقله بقبول هذه البدايع ويضطر الى الاعتراف بانها خواص معرفتها معجزة بعض الانبياء كيف ينكر مثل ذلك فيما يسمعه من قول نبي صادق مويد بالمعجزات لم يعرف قط بالكذب ولم لا يسع الامكان لهذه الخواص في اعداد الركعات ورمي الجمار وعدد اركان الحج وسائر تعبدات الشرع ولم نجد بينها وبين خواص الادوية و النجوم فرقا اصلا فان قال قد جربت شيئا من النجوم وشيئا من الطب فوجدت بعض صادقا فامكن في نفسي تصديقه وسقط عن قلبي استبعاده ونفرته وهذا لم اجربه فيم اعلم وجوده و تحققه وان اقررت بامكانه فاقول انك لا تقتصر على تصديق ما جربته بل سمعت اخبار المجربين وقلدتهم فيه فاسمع

اقوال الاولياء فقد جربوا وشاهدوا الحق فى جميع ما ورد به
الشرع واسلك سبيلهم تدرك بالمشاهدة بعض ذلك على
انى اقول وان لم تجرب فيقضى عقلك بوجوب التصديق و
الاتباع قطعاً فانا لو فرضنا رجلا بلغ وعقل ولم يجرب المرض
وله والد مشفق حاذق بالطب يسمع دعواه معرفة الطب منذ
عقل فجعل له والده دواءً وقال هذا يصلح لمرضك ويشفيك من
سقمك فماذا يقتضيه عقله وان كان الدواء مرّ اكريه المذاق ان
يتناول او ان يكذب ويقول انى لا اعقل مناسبة هذا الدواء لتحصيل
الشفاء ولم اجربه فلا شك انك تستخفه ان فعل ذلك فان قلت
فبم اعرف شفقة النبى صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ومعرفته بهذا الطب
فاقول فبم عرفت شفقة ابيك فان ذلك ليس امرا محسوسا بل عرفتها
بقرائن احواله وشواهد اعماله فى مصادره وموارده علما ضروريا لا ارتياب
فيه ومن نظر فى اقوال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وما ورد
من الاخبار فى اهتمامه بارشاد الخلق وتلطفه فى حق الناس بانواع
الرفق واللطف الى تهذيب الاخلاق واصلاح ذات البين حصل
له علم ضرورى بان شفقته على امته اعظم من شفقة الوالد على ولده
واذا نظر الى اعاجيب ما ظهر عليه من الافعال والى عجائب الغيب التى
اخبر عنها فى القرآن على لسانه وفى الاخبار والى ما ذكره فى آخر الزمان
وظهور ذلك كما ذكره علم علما ضروريا انه بلغ الطور الذى

وراء العقل وانفتحت له العين التی ینکشف بها الغیب فی الخواص والامور
التی لا یدرکها العقل وهذا هو منهاج تحصیل العلم الضروری
بصدق النبی صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ آله واصحابه وبارك وسلم فجرب
وتامل القرآن وطالع الاخبار تعرف ذلك بالعیان کذا ذکره
الامام الغزالی رحمه الله تعالیٰ وقال ایضا فان وقع لك الشك
فی شخص معین انه نبی ام لا فلا یحصل الیقین الا بمعرفة احواله
اما بالمشاهدة او بالتواتر والتسامع فانك اذا عرفت الطب
او الفقه یمکنك ان تعرف الفقهاء والاطباء بمشاهدة احوالهم و
سماع اقوالهم وان لم تشاهدهم فلا تعجز عن معرفة کون الشافعی
فقیها وکون جالینوس طبیبا معرفة بالحقیقة لا بالتقلید بل بان
تتعلم شیئا من الطب والفقه وتطالع کتبهما وتصانیفهما فیحصل
لك علم ضروری بحالهما فکذلك اذا فهمت معنی النبوة فاکثر النظر
فی القرآن والاخبار یحصل لك العلم الضروری بکونه صلی الله تعالیٰ
علیه وآله وسلم علی اعلیٰ درجات النبوة واعضد ذلك بتجربة
ما قاله فی العبادات وتاثیرها فی تصفیة القلوب وکیف صدق فی
قوله "من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم یعلم" وکیف صدق فی
قوله "من اعان ظالما سلطه الله تعالیٰ علیه" وکیف صدق فی قوله
"من اصبح وهمه هم واحد کفاه الله هموم الدنیا والآخرة" فاذا
جربت ذلك فی الف والفین والاف حصل لك علم ضروری لا تتماری فیه فمن

www.maktabah.org

هذا الطريق اطلب ليقين بالنبوة وهو الايمان القوى العلمي واما الذوقي فهو كالمشاهدة والاخذ باليد ولا توجد الا فى طريق الصوفية، هذا.

وجوه اثبات النبوة

والعلماء اوردوا فى اثبات نبوته صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وجوها الاول وهو العمدة عند جمهور العلماء انه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ادعى النبوة وظهر المعجزة على يده. اما الاولى فمتواترة تواترا الحقة بالعيان والمشاهدة فلا مجال للانكار، واما الثانية فمعجزته القرآن وغيره اما ان القرآن معجز فلانه تحدى به ولم يعارض فكان معجزاً اما انه تحدى به فنقل تواتر بحيث لم يبق فيه شبهة وآيات التحدى فى القرآن كثيرة كقوله تعالى فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ (٥٢/٣٤) وقوله عز وجل فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وقوله سبحانه (١١/١٣) فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ واما انه لم يعارض فلانه لما تحدى به و دعا الى الاتيان بسورة من مثله مصاقع البلغاء والفصحاء من عرب العرباء مع كثرتهم من حصى البطحاء واحرص الناس على اشاعة ما يبطل دعواه واشتهارهم بغاية العصبية والحمية الجاهلية و تهالكهم على المباهات والمبارات تجزوا عن الاتيان باقصر سورة من مثله حتى اثروا المقارعة بالسيوف على المعارضة بالحروف فلو قدروا على المعارضة لعارضوا ولو عارضوا لتواتر اليناتتوافر الدواعى على نقله كقتل الخطيب على المنبر والعلم بجميع ذلك قطعى

www.maktabah.org

سائر العاديات واما ان ما تحدى به ولم يعارض يكون معجزا فلم
مر من بيان حقيقة المعجزة وشرائطها وفيه نظر اما اولا فبان يقال
لعل التحدى لم يبلغ من هو قادر على المعارضة او لعله تركها
مواضعة على المدعى ومواطاة معه فى اعلاء كلمته فينال من دولته
حظا وافرا واما ثانيا فلعلهم استهانوا به اولا وظنوا ان
دعوته مما لا يتم وخافوه آخرا لشدة شوكته وكثرة اتباعه او
شغلهم ما يحتاجون اليه فى تقويم معيشتهم عن المعارضة واما
ثالثا فلعله عورض ولم يظهر لنا نحن او ظهر ثم اخفاه اصحابه
واتباعه عند استيلائهم وطمسوا اثاره حتى انمحى بالكلية و
الجواب الاجمالى ما مر اولا من ان التجويزات العقلية لا تنافى
العلم العادى كما فى المحسوسات والتفصيلى اما عن
الاول وهو قوله لعل التحدى لم يبلغ من هو قادر على المعارضة
فبان يقال ان مدعى النبوة لما اتى بامر يصدق دعواه وتحدى
به وعجزوا عن معارضته علم بالضرورة العادية انه صادق
فى دعواه والقدح فيه سفسطة ظاهرة واما عن الثانى وهو
قوله لعلهم استهانوا به اولا وخافوا آخرا فلانه يعلم بالضرورة
العادية والوجدانية المبادرة الى معارضة من يدعى الانفراد
بامر جليل فيه التفوق على اهل زمانه واستتباعهم والحكم عليهم
فى انفسهم وما لهم ويعلم بالضرورة ايضا عدم الاعراض عنها فى

مثل هذا الامر بحيث لا يتوجه نحو الاتيان بمعارضتها اصلاً و حينئذ فدلالته من جهة الصرفة واضحة فان النفوس اذا كانت مجبولة على ذلك كان صرفها منها امراً خارقاً للعادة دالاً على صدق المدعى وان كان ما اتى به مقدوراً لغيره واما عن الثالث وهو قوله لعله عورض ولم يظهر لمانع، فكما علم بالعادة وجوب المعارضة على تقدير القدرة علم بالعادة ايضاً وجوب اظهارها اذ به يتم المقصود، واحتمال المانع للبعض في بعض الاوقات والاماكن لا يوجب احتماله في جميع الاوقات والاماكن بل هذا معلوم الانتفاء بالضرورة العادية فلو وقعت معارضة لاستحال عادة اخفاءها، لا من اصحاب المدعى عند استيلائهم و لا من غيرهم فاندفعت الاحتمالات كلها وثبتت الدلالة القطعية

وجوه اعجاز القرآن

واعلم ان المتكلمين اختلفوا في وجه اعجاز القرآن فقيل هو ما اشتمل عليه من النظم الغريب والاسلوب العجيب المخالف لنظم العرب في نثرهم في اوائل السور والقصص واواخرها وفواصل الآي التي هي بمنزلة الاسجاع في كلامهم فان هذا الامر وقعت في القرآن على وجه لم يعهد في كلامهم وكانوا عاجزين عنه وعليه بعض المعتزلة وقال اهل العربية والجاحظ من المعتزلة كونه في الدرجة العالية من البلاغة التي لم يعهد مثلها في تراكيبهم وتقصر عنها درجات بلاغتهم فمن كان اعرف بالعربية وفنون بلاغتها كان اعرف باعجاز القرآن وقال القاضي الباقلاني هو مجموع الامرين النظم الغريب وكونه في الدرجة العالية من

www.maktabah.org

البلاغة وقيل هو اخباره عن الغيب نحو وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ اخبر عن غلبة الروم على الفرس فيما بين الثلث الى التسع وقد وقع كما اخبر وقيل وجه اعجازه عدم اختلافه وتناقضه مع ما فيه من الطول والامتداد وتمسكوا فى ذلك بقوله عز وجل وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا وقيل اعجازه بالصرفة على معنى ان العرب كانت قادرة على كلام مثل القرآن قبل البعثة لكن الله صرفهم عن معارضته واختلفوا فى كيفية الصرف وقال الاستاذ منا[ط] والنظام من المعتزلة صرفهم مع قدرتهم وذلك بان صرف دواعيهم اليها مع كونهم مجبولين عليها خصوصا عند توفر الاسباب الداعية فى حقهم كالتقريع بالعجز والاستنزال عن الرياسات والتكليف بالانقياد وقال المرتضى من الشيعة بل سلبهم العلوم التى تحتاج اليها فى المعارضة۔

شبه القادحين فى اعجاز القرآن

اما الاول فلان وجه الاعجاز يجب ان يكون بينا لمن يستدل به عليه واختلافكم فيه دليل خفائه والجواب ان الاختلاف والخفاء وان وقع فى احاد الوجوه فلا اختلاف ولا خفاء فى ان مجموع القرآن بما فيه من البلاغة والنظم الغريب والاخبار عن الغيب واشتماله على الحكمة البالغة علما وعملا وعلى غيرها مما ذكر فى وجه الاعجاز معجز وانما وقع الخلاف فى الوجه لاختلاف الانظار ومبلغ اصحابها من العلم وليس اذا لم يكن معجزا بالنظر الى احد ما بيناه بعينه يلزم

ط یعنی ابا اسحاق الاسفرائنی ۱۲

ان لا یکون معجزا بجملتها ولا بواحد منها لا بعینه وکأین من بلیغ یقدر
علی النظم او النثر ولا یقدر علی الآخر ولا یلزم من القدرة علی احدهما
القدرة علی الجمیع ولیس کل ما ثبت لکل واحد یثبت للکل من حیث
هو کل اقول لا یخفی ان هذا الجواب یقتضی ان یکون مجموع القرآن
فقط معجزا لا مقدار اقصر سورة منه ایضا وهو خلاف الواقع لان
مقدار اقصر سورة منه معجز ایضا کما مر - فان قلت مراد المجیب ان
مجموع القرآن معجز بمجموع ما ذکر من وجوه الاعجاز وکل سورة منه
معجز باحدی هذه الوجوه لا علی التعیین قلت فحینئذ لا یندفع ما قال
المعترض من ان وجه الاعجاز وجب ان یکون بینا وعلی هذا التقدیر
یبقی وجه الاعجاز غیر بین کما تری - اللهم الا ان یمنع وجوب کونه
بینا ومتعینا ولا یخفی علی المنصف المتأمل ان هذا المنع مکابرة
صریحة فافهم ـــــ واما الثانی فلان الصحابة اختلفوا فی بعض
القرآن حتی قال ابن مسعود رضی الله تعالی عنه بان الفاتحة والمعوذتین
لیست من القرآن مع انها اشهر سورها فلو کانت بلاغتها بلغت
حد الاعجاز لتمیزت به عن غیر القرآن ولم یختلفوا والجواب ان
اختلاف الصحابة فی بعض سور القرآن المرویة بالاحاد المفیدة للظن
ومجموع القرآن منقول بالتواتر المفید للیقین فتلک الاحاد مما لا یلتفت
الیه اصلا علی انا نقول انهم لم یختلفوا فی نزوله علی محمد صلی الله تعالی
علیه وعلی آله وصحبه وسلم ولا فی بلوغه فی البلاغة حد الاعجاز بل فی

www.maktabah.org

مجرد كونه من القرآن وذلك لا يضرنا فيما نحن بصدده۔

من شبه القادحين

واما الثالث۔ فلانهم كانوا عند جمع القرآن اذا اتى الواحد الغير المشهور عندهم بالعدالة بآية لم يضعوها في المصحف الا ببينة او يمين ولو كانت بلاغتها واصلة حد الاعجاز لعرفوها بذلك ولم يحتاجوا في وضعها في المصحف الى عدالة ولا الى بيّنة او يمين والجواب ان اختلافهم في موضعها من القرآن وفي التقديم والتاخير فيما بينها وبين الآيات الاخر لا في كونها من القرآن فان النبي عليه الصلوة والسلام كان يواظب على قرأته فما اتى به الواحد كان متيقنا كونه من القرآن وطلب البينة والتحليف انما كان لاجل الترتيب فلا اشكال وايضا عدم اعجاز الآية والآيتين لا يضرنا فان المعجز منه لابدّ ان يكون مقدارا قصر سورة منه اقلها ثلث آيات۔

من شبه القادحين

واما الرابع فلكل صناعة حد معين يقف عنده ولا يتجاوزه ولابد في كل زمان من فائق قد فاق ابناءها فلعل محمدًا صلى الله تعالى عليه واله وسلم كان افصح اهل عصره فاتى بكلام عجز عن مثله اهل زمانه ولو كان ذلك معجزا لكان ما اتى به كل من فاق اقرانه من صناعة معجزا وهو ضروري البطلان والجواب ان المعجز يظهر في كل زمان من جنس ما يغلب على اهله ويبلغون فيه الغاية القصوى والدرجة العليا فيقفون فيه على الحد المعتاد الذي يمكن للبشر ان يصل اليه حتى اذا شاهدوا ما هو خارج عن حد هذه

www.maktabah.org

الصناعة علموا انه من عند الله سبحانه ولو لم يكن الحال كذلك
لم يتحقق عند القوم معجزة النبي وذلك كالسحر في زمن موسى عليه السلام
وما علم السحرة ان حذا السحر تخييل وتوهيم لما لا ثبوت له حقيقة
ثم راؤا ان العصا انقلب ثعبانا تلقف سحرهم الذي كانوا يأفكونه
علموا انه خارج من السحر وطوق البشر فامنوا به واما فرعون فانه لقصوره
في هذه الصناعة ظن انه كبيرهم الذي يعلمهم السحر وكان الطب في زمن
عيسى عليه السلام فانه كان غالبا في اهله وكانوا قد تناهوا فيه فيعلم
الكامل في بابه واعلمهم ان احياء الموتى وابراء الاكمه والابرص خارج
عن حذا الصناعة الطبية بل هو من عند الله والبلاغة بلغت في عهد
رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الى الدرجة العليا وكان بها
افتخارهم فيما بينهم حتى علقوا القصائد السبع بباب الكعبة تحديا
لمعارضتها وكتب السير تشهد بذلك فلما اتى صلى الله تعالى عليه وعلى اله
وسلم بما عجز عن مثله جميع البلغاء مع ما ظهر عنهم من كثرة المنازعة و
التشاجر وانكار نبوته حتى ان منهم من مات على كفره ومنهم من اسلم
لوضوح نبوته عنده ومنهم من اسلم على نفرة منه للاسلام ملتزما للذل
والهوان كالمنافقين ومنهم من اشتغل بالمعارضة الركيكة التي هي
ضحكة للعقلاء كمعارضتهم بهذا الكلام "والزارعات زرعا فالحاصدات
حصدا والطاحنات طحنا والطابخات طبخا فالآكلات اكلا" ومنهم
من عدل الى المحاربة والقتال وتعريض النفس والمال والاهل

للدمار والهلاك فعلم ان ذلك من عند الله سبحانه قطعاً۔

واما الخامس فلان فيه اختلافاً لفظاً ومعنًى وقد نفى عنه الاختلاف ای شبہ القادح الخامس
حيث قال وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا [نساء آیت ۸۲] اما الاختلاف
فى اللفظ فمثل كالصوف المنفوش بدل كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ [القارعة آیت ۵] ومثل فامضوا
الى ذكر الله بدل فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ [جمعة ۶۲ آیت ۹] ومثل فكانت كالحجارة بدل فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ [بقرة آیت ۷۴] ومثل
ضربت عليهم المسكنة والذلة بدل وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ [بقرة آیت ۶۱] واما الاختلاف
فى المعنى فنحو رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا [سبا آیت ۱۹] بصيغة الامر ونداء الرب وربنا باعد
بصيغة الماضى ورفع الربّ والاول دعاء والثانى خبر ونحو هل يستطيع ربك
بالغيبة وضم الباء وهل تستطيع ربك بالخطاب والاول استخبار عن
الرب والثانى عن حال عيسٰى عليه السلام والجواب ان اختلاف المنقول
احاداً مردود وما نقل عنه تواتراً فهو مما قال الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وعلى
اٰله واصحابه وبارك وسلم انزل القراٰن على سبعة احرف كلها شاف كاف
فلا يكون الاختلاف اللفظى والمعنوى قادحاً فى اعجازه۔

واما السادس فان فيه لحناً وتكراراً بلا فايدة اما اللحن فكقوله عز وجل ان هٰذان ای شبہ القادح السادس
لساحران اما التكرار فلفظاً كما فى سورة الرحمٰن ومعنًى كقصة موسٰى و
عيسٰى عليهما السلام والجواب اما عن الاول اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ [طٰہٰ آیت ۶۳] قيل غلط
من الكاتب فان اباعمرو قراء ان هٰذين وقيل ابقاء الالف فى التثنية
والاسماء الستة فى الاحوال لغة لقبائل من العرب نحو قوله

ان اباها وابا اباها ؛ لَقَدْ بَلَغَا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا

www.maktabah.org

وعلى هذه اللغة قرأ اهل المدينة والعراق فى هذه المواضع وقيل هو مخصوص بلفظ هذا فانه زيد فيه النون ولم يغير الالف ابقاءً على حالها كما فعل مثل ذلك فى الذين حيث زيد فيه النون على لفظ الذى وابقى الياء على حالها فى الاحوال الثلث وذلك لانه خولف بين تثنية المعرب والمبنى فى كلمة هذا وبين جمع المعرب والمبنى فى كلمة الذى وقيل ضمير الشأن مقدر ههنا واللام حينئذ تكون داخلة فى حيز المبتداء ولا باس به وان كان قليلا واما الجواب عن الثانى فلان للتكرار فوائد منها زيادة التقرير والمبالغة فى تحقيق المعنى ومنها اظهار القدرة على ايراد المعنى الواحد بعبارات مختلفة فى الايجاز والاطناب وهو احدى شعب البلاغة ومنها ان القصة الواحدة قد يشتمل على امور كثيرة فيذكر تارة ويقصد بها بعض تلك الامور قصدا وبعضها تبعا ويعكس اخرى واما سائر المعجزات فكانشقاق القمر وكلام الجمادات وحركتها اليه وكلام الحيوانات العجم واشباع الخلق الكثير من الطعام القليل ونبوع الماء من بين اصابعه واخباره بالغيب وامثال ذلك كثيرة لا يمكن احصاءها فهذه المعجزات وان لم يتواتر كل واحد منها فالقدر المشترك بينها وهو ثبوت المعجزة متواتر بلاشبهة كشجاعة على وسخاوة حاتم وهو كاف لنا فى اثبات النبوة

الوجه الثانى فى وجوه اثبات نبوته صلى الله عليه وآله وسلم وقد ارتضاه الجاحظ من المعتزلة والغزالى منا كما يفهم من كلامه المذكور

سابقا الاستدلال باحواله قبل النبوة وحال الدعوة وبعد تمامها و
اخلاقه العظيمة واحكامه الحكيمة واقدامه حيث يحجم الابطال و
ذلك انه عليه الصلوة والسلام لم يكذب قط لا فى مهمات الدين ولا
فى مهمات الدنيا ولو كذب مرة لاجتهد اعداؤه فى تشهيره ولم يقدم
على فعل قبيح لا قبل النبوة ولا بعدها وكان فى غاية الفصاحة
كما قال اوتيت جوامع الكلم مع كونه اميا وقد تحمل فى تبليغ الرسالة
انواع المشقات حتى قال ما اوذى نبى مثل ما اوذيت وصبر عليها
بلا فتور فى عزيمته ولما استولى على الاعداء وبلغ الرتبة الرفيعة
فى نفاذ امره فى الاموال والانفس لم يتغير عما كان عليه بل بقى من اول
عمره الى اخره على طريقة واحدة مرضية وكان فى غاية الشفقة على
امته حتى خوطب بقوله فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ وقوله
فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ وفى غاية السخاوة حتى عوتب
بقوله وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ وكان عديم الالتفات الى زخارف
الدنيا حتى ان قريشا عرضوا عليه المال والزوجة والرياسة حتى
يترك دعواه فلم يلتفت اليه وكان مع الفقراء والمساكين فى غاية التواضع
ومع الاغنياء وارباب الثروة فى غاية الترفع وانه عليه الصلوة والسلام
لم يفرقط من اعدائه وان عظم الخوف مثل يوم احد ويوم الاحزاب
وذلك يدل على قوة قلبه وشهامة جنانه ولولا ثقته بعصمة الله
تعالى اياه كما وعده بقوله وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ لامتنع ذلك

عادة ولم يتلوّن حاله عليه السلام وقد تلوّنت به الاحوال فمن تتبعها وامثالها علم ان كل واحد منها وان لم يدل على النبوة لان امتياز شخص بمزيد فضله عن سائر الاشخاص لا يدل على كونه نبيا لكن مجموعها لا يحصل الا للانبياء عليهم السلام قطعا فاجتماع هذه الامور في ذاته عليه الصلوٰة والسلام من اعظم الدلائل على كونه نبيا. الوجه الثالث من تلك الوجوه وقد اختاره الامام الرازي انه عليه الصلوٰة والسلام ادعى بين قوم لا كتاب لهم ولا حكمة فيهم بل كانوا معرضين عن الحق معتكفين اما على عبادة الاوثان كمشركي العرب واما على دين التشبيه وصنعة التزوير وترويج الاكاذيب المفتريات كاليهود واما على عبادة الالهين ونكاح المحارم كالمجوس واما على القول بالاب والابن والتثليث كالنصارى - انى بعثت من عند الله تعالى بالكتاب المنير والحكمة الباهرة لاتمم مكارم الاخلاق واكمل الناس في قوتهم العلمية بالعقائد الحقة والعملية بالاعمال الصالحة وانور العالم بالايمان والعمل الصالح ففعل ذلك وظهر دينه على الاديان كلها كما وعده الله سبحانه فاضمحلت تلك الاديان الزائفة وزالت المقالة الفاسدة واشرقت شموس التوحيد واقمار التنزيه في اقطار الآفاق ولا معنى للنبوة الا ذلك فان النبي هو الذي يكمل النفوس البشرية ويعالج الامراض القلبية التي هي غالبة على اكثر النفوس فلا بد لهم من طبيب يعالجهم ولما

کان تاثیر دعوۃ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم فی علاج القلوب المریضۃ وازالۃ ظلماتھا اکمل واتم وجب القطع بکونہ نبیا ھو افضل الانبیاء والرسل، قال الامام[1] فی المطالب العالیۃ وھذا برھان ظاھر من برھان اللمّ۔ فانا بحثنا عن حقیقۃ النبوۃ وبینا ان تلک الماھیۃ لم تحصل لاحد کما حصلت لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فیکون افضل مما عداہ۔ واما اثباتھا بالمعجزۃ فمن برھان الانّ وھذا الوجہ قریب من طریق الحکماء فی اثبات النبوۃ اذ حاصلہ ان الناس فی معاشھم ومعادھم یحتاجون الی مؤید من عند اللہ یضع لھم قانونا یسعدھم فی الدارین تمت المقالۃ الاولیٰ۔

المقالۃ الثانیۃ فی ذم الفلاسفۃ وبیان الضرر الحاصل من ممارسۃ علومھم ومطالعۃ کتبھم۔

* * *

[1] ای الامام الرازی ۱۲

اردو ترجمہ

رسالہ اثباتِ نبوّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور اُن (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایسی خاص کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی جس میں ذرا بھی کجی (پیچیدگی) نہیں رکھی بلکہ یہ سیدھی اور سلیس ہے تاکہ وہ لوگوں کو سخت عذاب سے ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا ہے اور مومنوں کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے (اس بات کی) خوشخبری سنائے کہ ان کے لئے (اللہ تعالیٰ کے ہاں) اچھا بدلہ (یعنی جنت ہے) پس اس کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے ان کے دین کو کامل کر دیا اور ان پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ان کے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انبیاء و رسل کا سلسلہ ختم کر دیا جو مخلوقات کی طرف واضح آیات اور بڑے بڑے معجزات کے ساتھ بھیجے جاتے رہے تاکہ لوگ اپنے آپ کو ان انبیاء علیہم السلام کے بالکل حوالہ کر دیں، جس طرح اندھے اپنے آپ کو رہنماؤں کے اور متحیر مریض اپنے آپ کو مشفق اطبّا کے حوالے کر دیتے ہیں اور ان سے وہ فوائد و منافع حاصل کرتے ہیں جن سے عقل حیران ہے۔

اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور تمام رسولوں سے معزز اور ملّت کے اعتبار سے سب سے معتدل اور دین و شرع کے اعتبار سے سب سے زیادہ درست بنایا

www.maktabah.org

اور جن کے اعتدالِ حال اور مرتبہ کمال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے قول مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی (—) [یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی) نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ حد سے بڑھی اور آپؐ نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے] کے ذریعہ خبر دی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور توحید کی دعوت دیں، ان کو ان کی قوتِ علمیہ وعملیہ میں کامل کریں اور ان کے بیمار دلوں کا علاج کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے جس کے آپ اہل ہیں، اور آپؐ کے آل واصحابؓ پر جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں اور تاریکی کے چراغ ہیں، جب تک کہ روشنی اور تاریکیاں ایک دوسرے کے بعد آئیں اور بہت زیادہ سلامتی نازل فرمائے۔ (آمین)

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ (جو ولی اور مددگار ہے اس) کی رحمت کا محتاج احمد بن عبد الاحد بن زین العابدین (اللہ سبحانہ ان کو نامناسب اور عیب دار کرنے والے امور سے محفوظ رکھے) کہتا ہے کہ جب میں نے اس زمانے میں دیکھا (کہ اصل نبوت کے متعلق ص۱۰
لوگوں کے اعتقاد میں پھر ایک شخص معین کی نبوّت کے ثبوت اور تحقق میں اور نبوت کے مشروع کردہ امور پر عمل میں فتور آگیا ہے) اور لوگوں میں اس کا شائع ہونا متحقق ہو گیا یہاں تک کہ ہمارے زمانے کے ایک جابر حکمراں نے بہت سے علماء کو ناقابلِ ذکر سختیاں اور تکالیف پہنچائیں صرف اس لئے کہ . . . .

وہ علماء شرعی احکام کی پیروی اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھنے میں پختہ تھے۔ چنانچہ بہت سے علمائے اہلِ اسلام کو قتل کرا دیا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے اپنی مجلس میں حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کر دی اور جس کا یہ اسم شریف رکھا گیا تھا اس کے نام کو بدل کر دوسرا نام رکھدیا، گائے کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا، حالانکہ یہ، ہندوستان میں بڑے شعائر اسلام میں سے ہے۔ مساجد اور مسلمانوں کے مقابر ویران کر دیئے۔ (لیکن) کفار کی عبادت گاہوں اور ان کے رسوم و پوجا پاٹ کے دنوں کی تعظیم کی گئی۔

www.maktabah.org

مختصر یہ کہ اسلام کے شعائر اور اس کی علامتیں باطل قرار دیدیں اور کفار کے رسوم اور ان کے مذاہب باطلہ رائج کئے، حتیٰ کہ کفارِ ہند کے احکام شائع کئے اور اُن کو اُن کی اصلی زبان (سنسکرت) سے فارسی زبان میں منتقل کیا، تاکہ اسلام کے سارے آثار مٹا دیں۔ جب میں نے جان لیا کہ شک اور انکار کا مرض وسیع ہو گیا ہے یہانتک کہ علاج کرنے والے بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں اور مخلوق ہلاکت کے قریب ہو گئی ہے تو میں نے لوگوں کے افراد کے عقیدوں کی جستجو کی اور ان سے ان کے شبہات دریافت کئے اور ان کے راز ہائے دروں اور عقائد کی کُرید کی تو ان کے فتورِ اعتقاد اور ضعفِ ایمان کی وجہ، عہدِ نبوت کی دُوری، علمِ فلسفہ کی مشغولیت اور حکمائے ہند کی کتابوں کے سوا کوئی سبب نہ پایا۔ نیز میں نے بعض لوگوں سے مناظرہ کیا جنھوں نے علمِ فلسفہ پڑھا تھا اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل و فضیلت کے مدعی ہو گئے تھے اور انھوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور اصلِ نبوت کے تحقق اور ایک خاص شخص کے لئے اس کے ثبوت میں خود بھی گمراہ ہوئے اور یہاں تک کہنے لگے کہ نبوت کا حاصل حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے خلق کے ظاہری حالات کی اصلاح ہے اور عوام کو شہوات میں آزاد روی، باہمی نزاع اور اختلاف سے محفوظ رکھنا ہے اور اس کو نجات اخروی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق صرف تہذیبِ اخلاق اور قلبی اعمال کے ان فضائل کی تحصیل سے ہے جنھیں حکما نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور اس کو کما حقہ بیان کیا ہے۔ پھر اپنے قول کی تائید میں یہ دلیل پیش کی کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور منجیات کے حصہ کو نماز روزہ اور دیگر عبادات (جو فقہ میں بیان کی گئی ہیں) کا قسیم یعنی مقابل ٹھہرایا ہے۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ (یعنی امام غزالیؒ) حکما سے اتفاق کرتے ہیں اور یہ کہ جس طرح عباداتِ بدنیہ ان (امام غزالیؒ) کے نزدیک نجات دلانے والے نہیں ہیں اسی طرح حکما کے نزدیک بھی نجات دلانے والے

www.maktabah.org

نہیں ہیں، پھر کہا کہ جس شخص کو نبی کی دعوت پہنچی لیکن بُعدِ عہد اور آیات و معجزات کے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ان نبی کی نبوت اس کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اس کے لئے نبی پر ایمان لانا واجب نہیں ہے جیسا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے اس شخص کا حکم ہے جس کو دعوت نہ پہنچی ہو، ان دونوں میں فرق کرنا سینہ زوری اور زبردستی ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ حکمتِ ازلیہ اور عنایتِ الٰہیہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی مقتضی ہے تاکہ نفوسِ بشریہ کی تکمیل اور قلبی امراض کا علاج کریں۔ اور یہ اس کے بغیر میسر نہیں ہو سکتا کہ وہ نافرمانوں کو ڈرانے والے اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سنانے والے ہوں اور اخروی عذاب و ثواب کی خبر دینے والے ہوں، کیونکہ ہر نفس پر اس کے خواہشات کی طرف شوق کو غالب کیا گیا اس لئے وہ معصیت اور رذائل اعمال کی تکمیل کو سببِ سعادت و نجاتِ دارین سمجھ کر متوجہ ہوتا ہے حالانکہ نجاستِ اخروی اور سعادتِ ابدی ہی بعثت سے مطلوب ہے اس لئے کہ دنیا کی پونجی کم ہے، لیکن جہاں تک حکمار کا تعلق ہے انھوں نے جب اپنے باطل امور کو رائج کرنا چاہا تو اس کے ساتھ ان چیزوں کی آمیزش کر دی جو کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتابوں سے اور ان کے اقوال اور ان کے کامل متبعین کے اقوال سے چرائی تھیں یعنی تہذیبِ اخلاق کا بیان، اور ان اعمالِ صالحہ کی تحصیل جو کہ باطن سے متعلق ہیں اور ان لوگوں نے اس کو ایک مستقل علم کی صورت میں تدوین کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو، اور امام محقق حجۃ الاسلام نے تو اس کو عبادات کا قسیم صرف اس وجہ سے بنایا ہے کہ فقہا نے اس کو کتبِ فقہ میں صرف تبعاً اور ضمنی طور پر بیان کیا ہے اور جیسا کہ بیان کرنا چاہئے تھا ویسا بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان کی اصلی غرض ظاہر اعمال سے متعلق ہے اور یہ لوگ ظاہر پر حکم لگاتے ہیں قلوب اور باطن کو چیر کر ص ۱۲

www.maktabah.org

نہیں دیکھتے بلکہ اس کو علمائے طریقت اور سلوک نے بیان کیا ہے، اس لئے امام غزالیؒ نے اس شریعت کو جو ظاہر سے متعلق ہے اور طریقت کو جو باطن سے متعلق ہے جمع کر دیا۔ اور اپنی کتاب کو متعلق اور مقصد کے اعتبار سے تقسیم کیا اور اس قسم کا نام منجی ہی رکھا۔ گو عبادات میں انھوں نے ذکر کیا کہ یہ بھی منجی (نجات دلانے والے) ہیں۔ اس لئے کہ عبادات کی ادائیگی سے نجات کا ہونا فقہ سے معلوم ہوا۔ اور اس دوسری قسم کی نجات اس سے معلوم نہیں ہوتی۔ پس غور کرو۔ اور اگر اب بھی تمہیں شک باقی ہو تو ان کے اس کلام میں غور کرو جو میں نے اس رسالہ میں بیان کئے ہیں تاکہ تمہیں اس شبہ سے بالکل نجات مل جائے۔ نیز میں کہتا ہوں کہ تم نے جالینوس اور سیبویہ کو نہیں دیکھا۔ پھر کس طرح تم نے جانا کہ جالینوس طبیب تھا اور سیبویہ نحوی تھا۔ اگر تم یہ جواب دو کہ میں نے علم طب کی حقیقت معلوم کی اور میں نے اس کتابوں اور تصانیف کا مطالعہ کیا اور اس کے اقوال سنے، تو دیکھا کہ وہ امراض کے علاج اور بیماریوں کے ازالہ کی خبر دیتے ہیں۔ اس سے مجھے اس کی حالت کا علم ضروری حاصل ہوا۔ اسی طرح میں نے نحو کا علم حاصل کیا اور سیبویہ کی کتابیں دیکھیں اس کے اقوال سنے تو اس سے مجھے علم ضروری حاصل ہوا کہ وہ نحوی ہے۔

اسی طرح میں کہوں گا کہ جب تم نے نبوت کے معنی جان لیے تو قرآن اور احادیث میں بہت زیادہ غور کرو، اس سے تمہیں اس کا علم ضروری حاصل ہو جائے گا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نبوت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں اور زمانہ کی دوری اس تصدیق میں مخل نہیں ہے جس طرح سابق تصدیق میں مخل نہیں ہے اس لئے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام اقوال و افعال، اعمال صالحہ و عقائد حقہ کے ذریعہ قوتِ

www.maktabah.org

علمیہ وعملیہ میں نفوس بشریہ کی تکمیل کی خبر دیتے ہیں اور بیمار دلوں کے علاج اور اس کی تاریکیوں کے ازالہ کی خبر دیتے ہیں، اور نبوت کے معنیٰ اس کے سوا کچھ نہیں۔ باقی رہا پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والا جس کو نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو اور نہ آپؐ کے اقوال سُنے ہوں اور نہ آپؐ کے حالات معلوم ہوں تو اس کے لئے آپؐ کی نبوت کی تصدیق ممکن نہیں اور نہ اس کے لئے یہ آسان ہے کہ آپؐ کے بھیجے جانے کا اُسے علم ہو، گویا انبیاء اس کے حق میں مبعوث نہیں کئے گئے اس لئے وہ معذور ہوگا اور آپ پر ایمان لانے کا مکلف نہ ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "ہم عذاب کرنے والے نہیں یہاں تک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔" جب میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میرے سینے میں جم گئی کہ میں ان کے لئے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کردے اور ان کے لئے ایسی بات لکھوں جو اُن کے شبہ کو زائل کردے کیونکہ جب میں نے دیکھا کہ یہ میری ذات پر ایک حق واجب ہے اور ایک لازمی قرض ہے جو بغیر ادائیگی کے ساقط نہیں ہوتا تو میں نے ایک رسالہ کی تالیف کی اور اصل نبوت کا مطلب ثابت کرنے، پھر خاتم الرسل (علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیات اکملہا) کے حق میں اس کے ثبوت وتحقق اور منکرین اور اس کی نفی کرنے والوں کے شبہات کی تردید اور فلسفہ کی مذمت اور ان کے علوم کی ممارست اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے جو ضرر حاصل ہوتا ہے اس کے بیان کرنے کے لئے ایک مقالہ دلائل وبراہین کے ساتھ لکھا جو میں نے قوم کی کتابوں سے اخذ کئے اور اس پر اضافہ اور الحاق کیا جو میرے درماندہ دل پر اللہ ملک جلیل کی مدد سے ظاہر ہوا۔ پس میں کہتا ہوں کہ یہ رسالہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب ہے اور مقدمہ میں دو بحثیں ہیں۔

www.maktabah.org

پہلی بحث نبوت کے معنی کی تحقیق میں

تم جان لو کہ متکلمین کے نزدیک نبی وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ ہم نے تم کو فلاں قوم کی طرف یا تمام لوگوں کی طرف بھیجا، یا تم ان کو میری طرف سے پہنچا دو، یا اسی قسم کے الفاظ ہوں جو اس معنی کا فائدہ دیتے ہوں مثلاً یہ کہ "میں نے تم کو ان لوگوں کی طرف بھیجا" اور "ان کو خبر دیدو" اور اس ارسال میں کوئی شرط اور نہ ذاتی استعداد کی شرط ہے جیسا کہ حکما کا گمان ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اختیار کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ وہم نہ ہو کہ متکلمین نے نبی کے لئے معجزہ کی بھی شرط قرار دی ہے اور اس کو نبی کے خواص میں سے شمار کیا ہے کہ جن کے ذریعہ وہ غیر سے ممتاز ہوتے ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک معجزہ نبی ہونے کے علم کے لئے شرط ہے نہ کہ نبی ہونے کے لئے۔ اور امتیاز سے مراد امتیاز علمی ہے امتیاز ذاتی نہیں۔ پس سمجھو۔

اور جہاں تک فلاسفہ کا تعلق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے جس میں تین خواص جمع ہوں جن کے ذریعے وہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ (۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ اُس کو ہونے والے اور گزرے ہوئے غیبی امور کی اطلاع ہو اور مستقبل کی بھی اطلاع ہو۔ ہم کہیں گے کہ اس بات پر ہم اور تم دونوں متفق ہیں کہ نبی پر یہ واجب نہیں کہ وہ تمام مغیبات سے واقف ہو، اور بعض مغیبات سے واقف ہونا نبی کے ساتھ

www.maktabah.org

مخصوص نہیں، جیسا کہ تم ریاضت کرنے والوں، مریضوں اور سونے والوں کے لئے جائز قرار دیتے ہو، تو اس صورت میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ شاید ان کی مراد یہ ہو کہ اکثر مغیبات سے واقف ہو جس کا علم عادۃً نہ ہوتا ہو اور خارقِ عادت ہو اور یہ مجہول نہیں بلکہ عادۃً اور عرفاً معلوم ہے۔

باقی رہا ایک دو مرتبہ غیب پر مطلع ہو جانا اور اس کی خبر دینا جبکہ یہ چیز اس حد تک بار بار پیش نہ آئے کہ حد اعجاز کو پہنچ جائے تو یہ خارقِ عادت نہیں، پس اس صورت میں نبی غیر نبی سے ممتاز ہو۔ پس سمجھو۔

تم جان لو کہ متکلمین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ انبیا علیہم السلام غیب کو اللہ تعالیٰ کے بتانے کی وجہ سے جانتے ہیں لیکن اس کو شرط قرار دینا باطل ہے، اسی طرح وہ سبب بھی قابلِ ردّ ہے جو فلاسفہ نے اطلاع کے لئے بیان کیا ہے۔ یہ اہلِ اسلام کے اصول کے مناسب نہیں ہے۔ ایک چیز باقی رہی وہ یہ کہ اس تقدیر پر مغیبات سے واقف ہونا دوسری خاصیت میں داخل ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ان امورِ عجیبہ میں سے ہے جو کہ عادت کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ان کے علیحدہ بیان کرنے کی کوئی مناسب وجہ ظاہر نہیں۔ پس غور کرو۔ ١٥

اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس سے وہ افعال ظاہر ہوں جو خارقِ عادت ہوں، اس وجہ سے کہ عالم عناصر کا ہیولیٰ اس کا مطیع اور اس کے تصرفات کا تابع ہوتا ہے جس طرح بدن اپنے نفس کا تابع ہوتا ہے، چنانچہ یہ بعید نہیں کہ نبی کا نفس اسقدر قوی ہو کہ اپنے ارادے اور تصرفات کے مطابق ہیولیٰ عنصریہ میں مؤثر ہو یہاں تک کہ اس کے ارادے سے زمین میں ہوائیں، زلزلے، آتش زدگی، غرقابی، ظالموں کی ہلاکت

www.maktabah.org

اور فاسد شہروں کی تباہی ظاہر ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اجسام میں نفوس کی تاثیر پر مبنی ہے اور اپنے مقام پر یہ بیان ہو چکا ہے کہ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مؤثر نہیں۔ نیز خارقِ عادت عجیب امور کا ظاہر ہونا نبی کے ساتھ مخصوص نہیں جیسا کہ تم نے اس کا اعتراف کیا ہے، تو پھر غیرِ نبی اور نبی میں ہم کس طرح امتیاز کر سکتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ فلاسفہ اگرچہ غیر انبیاء سے بھی عجیب امور کے ظاہر ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن وہ اس کے مکرر ہونے کو اور خارقِ عادت کے حدِ اعجاز تک پہنچنے کو جائز نہیں قرار دیتے جیسا کہ ان کی عبارتوں سے سمجھ میں آتا ہے تو اس وقت نبی اور غیرِ نبی کی تمیز ہو جائے گی، کہ نبی سے وہ عجیب امور ظاہر ہوں گے جو خارقِ عادت ہوں اور یہ امور غیرِ نبی سے ظاہر نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال سے زیادہ باخبر ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ فرشتوں کو محسوس صورتوں میں دیکھے اور ان کے
کلام کو سنے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ان (فلاسفہ) ص۱۶
کے مذہب اور اعتقاد کے موافق نہیں ہے، بلکہ یہ تو اُن (فلاسفہ) کے اعتقاد کے متعلق لوگوں کو اشتباہ میں ڈالنا اور اس عقیدہ کی بُرائی پر ایسی عبارت کے ذریعہ پردہ ڈالنا ہے جس کے معنی کے وہ خود قائل نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں کہ فرشتے نظر آتے ہیں، بلکہ ملائکہ ان کے نزدیک یا تو نفوس ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے مجرد ہیں اور اجرامِ افلاک کے ساتھ متعلق ہیں اور ان کو ملائکہ سماویہ کہا جاتا ہے، یا ذاتاً و فعلاً عقول مجردہ ہیں اور انھیں ملاءِ اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ اور ان کا کوئی کلام نہیں کہ سنا جائے۔ اس لئے کہ یہ اجسام کے خواص میں سے ہے، اس بنا پر کہ

www.maktabah.org

حروف واصوات ان کے نزدیک وہ امور ہیں جو متموّج ہوا کو عارض ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شاید فلاسفہ نے مجردات کے نظر آنے اور ان کا کلام سننے کو اس وقت ممکن قرار دیا ہے جبکہ وہ کسی صورت میں اور کسی جسم کے ساتھ نہ ہوں۔ اور چونکہ یہ جائز ہے کہ وہ صورتوں میں متمثل ہوں اور اجسام کے ساتھ ظاہر ہوں تو اس صورت میں دیکھنے کا تعلق ان سے ہو جائے گا اور ان کے کلام کا سننا بھی ممکن ہوگا کیونکہ ہر مرتبے کے لئے جواز اور عدم جواز کے اعتبار سے حکم الگ الگ ہے اور جب یہ اپنے مراتبِ عالیہ سے اترآئے اور تنزل کا لباس پہن لیا تو انھوں نے اس مرتبہ کے احکام کو اختیار کر لیا۔ اور اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ پس سمجھو۔ واللہ سبحانہٗ اعلم۔

دوسری بحث معجزہ میں

معجزہ سے ہمارے نزدیک مراد وہ چیز ہے جس سے اس شخص کی صداقت کا اظہار مقصود ہو جو اس کا دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور اس کے چند شرائط ہیں:۔ (ا) یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو، کیونکہ تصدیق اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ اس کی طرف سے ہو۔ (ب) یہ کہ خارقِ عادت ہو۔ کیونکہ جو چیز معتاد ہو مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا، اور ہر بہار میں پھولوں کا ظاہر ہونا، یہ صدق پر دلالت نہیں کرتے جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ (ج) یہ کہ اس کا معارضہ دشوار ہو، اس لئے کہ یہی اعجاز کی حقیقت ہے۔ (د) یہ کہ مدعی نبوت کے ہاتھوں ظاہر ہو، تاکہ معلوم ہو کہ یہ اس کی تصدیق ہے۔ (ہ) یہ کہ دعوے کے موافق ہو۔ چنانچہ اگر کسی

www.maktabah.org

کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں لیکن اس نے کوئی دوسرا کام خارقِ عادت کیا مثلاً پہاڑ کا لٹکانا، تو وہ اس کے صدق پر دلالت نہیں کرے گا کیونکہ اس کی حیثیت تصدیق خداوندی کی نہیں ہے۔ (و) یہ کہ جس کے معجزہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور معجزے کے طور پر پیش کیا ہو وہ اس کو جھٹلانے والا نہ ہو۔ چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ یہ سوسمار (گوہ) بولے گا اور وہ سوسمار کہہ دے کہ یہ جھوٹا ہے تو اس سے اس کا سچا ہونا معلوم نہ ہوگا بلکہ اس کے جھوٹے ہونے کا اعتقاد اور بڑھ جائے گا اس لئے کہ نفسِ خارق ہی اس کی تکذیب کرنے والا ہے۔ (ز) یہ کہ دعوے پر مقدم نہ ہو۔ اس لئے کہ دعوے سے پہلے تصدیق عقل میں نہیں آتی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گہوارے میں کلام فرمانا اور خشک درخت سے تر و تازہ کھجور کا گرنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ چاک کیا جانا اور آپؐ کے قلب کا دھویا جانا، بادل کا سایہ فگن ہونا، پتھروں اور ٹیلوں کا آپ کو سلام کرنا، یہ اس قسم کے امور ہیں جو دعویٰ نبوت سے پہلے ہوئے ہیں، اس لئے یہ معجزات نہیں ہیں بلکہ یہ کرامات ہیں اور اس صورت میں ان چیزوں کو ارہاص یا تاسیسِ نبوت کہتے ہیں۔

اور جو معجزہ کہ دعوے سے متاخر ہو تو یا تو اس کے تاخر کی مدت اتنی تھوڑی ہے کہ اتنا تاخر عادۃً ہوتا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ اس کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر اس کے تاخر کی مدت بہت زیادہ ہے مثلاً یہ کہنا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ فلاں چیز ایک مہینے کے بعد ظاہر ہوگی اور ویسی ہی ظاہر ہوگئی تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ معجزہ ہے اور ثبوتِ نبوت کی دلیل ہے، لیکن اس کی متابعت کی تکلیف اس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک کہ وہ موعود (جس کا وعدہ کیا گیا ہے) ظاہر نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ

www.maktabah.org

اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا معجزہ ہونا معلوم ہو۔ اور یہ اس وقت معلوم ہوگا جبکہ وہ چیز ظاہر ہو جائے جس کا وعدہ کیا ہے۔

باقی رہی مدعی نبوت کے سچے ہونے پر معجزے کی دلالت کی کیفیت تو اس کے متعلق معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دلالت محض دلالتِ عقلی نہیں ہے جس طرح کہ فعل کی دلالت فاعل کے وجود پر اور اس کے محکم اور متقن ہونے کی دلالت اس پر ہے کہ جس سے یہ صادر ہوا ہے وہ عالم ہے۔ کیونکہ ادلّۂ عقلیہ اپنے مدلولات کے ساتھ بذاتِ خود ربط ۱۸ رکھتی ہیں۔ اور یہ فرض کر لینا جائز نہیں کہ وہ اس پر دلالت کرنے والا نہیں۔ حالانکہ معجزہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آسمانوں کا پھٹنا، ستاروں کا جھڑنا۔ اور پہاڑوں کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، دنیا کے خاتمہ اور قیامِ قیامت کے وقت وقوع میں آئے گا اور اس وقت ارسال نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح اولیاء کے ہاتھوں پر کرامات ظاہر ہوتے ہیں بغیر اس کے کہ مدعیِ نبوت کے صدق پر دلالت کرے، اور نہ دلالت سمعیہ ہے کیونکہ یہ صدقِ نبیؐ پر موقوف ہے پس دور لازم آئے گا بلکہ دلالتِ عادیہ ہے۔ سید سند نے شرح مواقف میں اسی طرح تحقیق کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی غلطی سے محفوظ رکھتا ہے اور اسی کی جانب سے توفیق ملتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تحدّی اور طلب معارضہ کی تصریح اگرچہ جمہور کے نزدیک معجزے کے لئے شرط نہیں ہے لیکن ضمنی طور پر قرائنِ احوال سے جو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ تحدی ان امور میں سے ہے جو معجزہ میں سب کے نزدیک لازمی ہے اور اس کے بغیر وہ معجزہ نہیں ہو سکتا پس ایسی باتوں کے متعلق خبر دینا جس کا وقوع دنیا کے خاتمہ اور قیامِ قیامت کے وقت ہوگا وہ معجزہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس صورت میں تحدّی بالکل نہ ہوگی۔ صریحاً اس کا

www.maktabah.org

نہ ہونا تو ظاہر ہے، اور ضمناً بھی ظاہر ہے کہ اس وقت کسی کا وجود ہی نہ ہوگا کہ اس سے طلبِ معارضہ کا تصور کیا جا سکے۔ اسی طرح وہ کرامتیں جو اولیاء کے ہاتھوں ظاہر ہوتی ہیں وہ بھی معجزہ نہیں، اس لئے کہ اس کے ساتھ نہ تو دعویٰ ہے اور نہ تحدّی۔ پس مدعیِ نبوت کے صدق پر ان خوارق کے دلالت نہ کرنے کے باعث معجزات کا اس دلالت سے خالی ہونا لازم نہیں آتا، اور یہی مطلوب ہے۔ پس تم سمجھو۔

پس اگر تم کہو کہ مدعیِ نبوت کے صدق پر معجزے کی دلالت تو اسی سبب سے ہے کہ وہ خارقِ عادت ہے، اور اس دلالت میں معجزے کی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں تو میں کہوں گا کہ بات یہ نہیں ہے جیسا کہ تم نے گمان کیا ہے بلکہ معارضہ کا دشوار ہونا اور دوسروں کا اس کے مثل پیش کرنے پر قادر نہ ہونا، جو کہ اعجاز کی حقیقت ہے، اس ص 19 (مدعیِ نبوت) کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ پس دلالت میں اس کی خصوصیت کو دخل ہوگا بلکہ دلالت میں اسی پر اعتماد ہوگا۔

اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ سید سند شریف نے شرح مواقف میں تصریح کی ہے کہ محض دلیل نقلی متصور نہیں ہے۔ اس لئے کہ مخبر کا صادق ہونا ضروری ہے۔ اور اس کا ثبوت عقل ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ معجزہ میں جو صدق پر دلالت کرتا ہے غور کیا جائے تو اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کے صادق ہونے پر معجزہ کی دلالت عقلی ہے اور یہاں دلالتِ عقلیہ کی اس سے نفی کی گئی ہے، تو یہ تناقض ہی ہے، اس لئے کہ ہم کہیں گے کہ اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ صدق پر دلالت کرنے والے معجزہ پر عقلی اعتبار سے نظر کیا جائے تاکہ اس سے خبر دینے والے کی سچائی معلوم ہو۔ باقی رہا صدق پر اس کا عقلی یا عادی طور پر یا کسی اور طور پر دلالت کرنا تو یہ اس سے کسی طرح بھی نہیں

www.maktabah.org

سمجھ میں آتا کہ یہ محض دلالتِ عقلی ہے، اور یہاں نفی سے یہی مطلوب ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ عقل کو اس کی دلالت میں بالکل دخل نہیں تا کہ تناقض ہو۔ اور ان کی عبارت میں جو حصر ہے وہ اضافی ہے اور نقل کے اعتبار سے ہے پس غور کرو۔

اور اسی طرح معجزے کی دلالت صدقِ نبی پر دلالتِ سمعیہ نہیں ہے ورنہ تو دَور لازم آئے گا۔ کیونکہ معجزہ کا نبی کی صداقت پر دلالت کرنا نبی کے صادق ہونے پر موقوف ہوگا بلکہ وہ دلالتِ عادیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت جاری کی ہے کہ معجزہ کے ظاہر ہونے کے بعد صدق کا علم پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کا ظاہر کرنا اگرچہ عقلاً ممکن ہے لیکن عادۃً اس کا انتفا معلوم ہے۔ کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں نبی ہوں۔ پھر پہاڑ لٹک کر آئے اور اس کو لوگوں کے سروں پر لا کھڑا کرے اور کہے کہ اگر تم نے میری تکذیب کی تو پہاڑ تم پر گر جائے گا، اور اگر تم میری تصدیق کروگے تو یہ تم سے دُور ہٹ جائے گا۔ اور جب بھی وہ لوگ اس کی تصدیق کا ارادہ کریں تو وہ پہاڑ اُن سے دُور ہو جائے اور جب وہ لوگ اس کی تکذیب کا ارادہ کریں تو پہاڑ ان کے قریب آجائے تو اس سے بالبداہۃ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اور عادت اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ جھوٹے سے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اور لوگوں نے
منہ٢ اس کی مثال بیان کی ہے اور کہا ہے کہ اگر کوئی شخص جم غفیر کی موجودگی میں دعویٰ کرے کہ میں اس بادشاہ کی طرف سے تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں۔ پھر وہ بادشاہ سے کہے کہ اگر میں سچا ہوں تو تُو اپنی عادت کے خلاف کر اور اپنی عادی جگہ یعنی تخت سے اُٹھ جا اور اس جگہ بیٹھ جا جس کا تو عادی نہیں۔ اور بادشاہ نے ایسا کر دیا تو یہ اس

www.maktabah.org

شخص کی صریح گفتگو کی تصدیق کے بمنزلہ ہوگی، اور قرینۂ حال کی بنا پر کسی شخص کو اس میں شک نہ ہوگا، اور یہ غائب کو حاضر پر قیاس کے قبیل میں سے نہیں ہے بلکہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ معجزہ کا ظاہر ہونا صدق کے علم ضروری ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کے لئے اس کا مفید ہونا ضرورتِ عادیہ کی بنا پر معلوم ہے۔ اور یہ مثال سمجھانے کے لئے اور تقریر کی زیادتی کے لئے بیان کی جاتی ہے۔

اور معتزلہ نے کہا کہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اس لئے کہ اس کی قدرت عام ہے لیکن اس کا وقوع اس کی حکمت کی بنا پر ممتنع ہے اس لئے کہ اس صورت میں اس کے سچے ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اور گمراہ کرنا ہے جو ایک قبیح بات ہے چنانچہ اس کا صدور اللہ تعالیٰ سے دیگر قبائح کی طرح ممتنع ہے، شیخ اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کا پیدا کرنا فی نفسہ قدرت میں داخل نہیں۔ اس لئے کہ معجزہ صدق پر قطعاً دلالت کرتا ہے، اس طور پر کہ صدق کا تخلف اس سے ممتنع ہے۔ چنانچہ اس کی دلالت من وجہ ضروری ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے صحیح دلیل فاسد سے ممتاز ہوتی ہے، اگرچہ ہم اس کی وجہ کو متعین طور پر نہ جانیں۔ پس اگر وہ معجزہ جو جھوٹے کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ صدق پر دلالت کرے تو جھوٹا سچا ہو جائے گا اور یہ محال ہے، ورنہ معجزہ اس چیز سے جدا ہو جائے گا جو اس کو لازم ہے یعنی اپنے مدلول پر اس کی قطعی دلالت، اور یہ بھی محال ہے۔

اور قاضی نے کہا کہ ظہورِ معجزہ کا صدق کے ساتھ شامل ہونا امر لازم نہیں ہے یعنی لزوم عقلی نہیں ہے جیسا کہ فعل کا وجود فاعل کے وجود کو شامل ہے بلکہ وہ ایک عادی امر ہے۔ جیسا کہ تم نے جان لیا، پس اگر ہم اس کی عادی جگہ سے اس کے

www.maktabah.org

انحراف کو جائز قرار دیں تو معجزہ کا صدق کے اعتقاد سے خالی کرنا جائز ہوگا، اور اس وقت جھوٹے کے ہاتھ پر اس کا ظاہر کرنا جائز ہوگا۔ اس میں کوئی دشواری نہیں بجز اس کے کہ
ص۲۱ معجزے میں خرقِ عادت ہوتا ہے، اور یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ جائز ہے لیکن اس کو جائز قرار دیئے بغیر اس کا اظہار جھوٹے کے ہاتھ پر جائز نہیں، اس لئے کہ جھوٹے کے سچے ہونے کا علم محال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عادی امور کا ان کی عادی جگہ سے ہٹنے کو مطلقاً جائز قرار دینا اس کو واجب کرتا ہے کہ معجزہ کو نبی کے صدق کے اعتقاد سے خالی کرنا بھی جائز قرار دیا جائے، اس لئے کہ اس کے صدق کا علم معجزہ کے بعد عادی ہے اور اس صورت میں صادق کا امتیاز کاذب سے نہیں ہو سکتا، اور اثباتِ نبوت کا دروازہ بند ہو جائیگا اس لئے کہ اس کے ثابت کرنے میں اعتماد اس پر ہے کہ معجزہ کے ظاہر ہونے کے وقت نبی کے صادق ہونے کا علم ضروری عادی طور پر حاصل ہو، بلکہ لازم آتا ہے کہ معجزہ معجزہ نہ رہے۔ اور یہ کہ اس کی دلالت صدق پر بالکل نہ ہو۔ اسلئے کہ وہ باعتبار اپنے خرقِ عادت کے معجزہ کہا جاتا ہے۔ اور صدق پر دلالت کرتا ہے پس اگر ہم مطلقاً خرقِ عادت کو جائز قرار دیں تو وہ اس صورت میں صدق پر دلالت نہ کرنے کے اعتبار سے امورِ عادیہ کی طرح ہوں گے۔ مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا پس حق اس مقام میں وہ ہے جو میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ ہم نے خرقِ عادت کو صرف نبی کے حق میں اعجاز کے طور پر اور ولی کے حق میں کرامت کے طور پر اس کے سفسطہ ہونے کے باوجود جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کا حصول اور اس کا تحقق ہر زمانے میں ہے، یہانتک کہ یہ عادتِ مستمرہ ہو گئی ہے کہ اس کا انکار

www.maktabah.org

ممکن نہیں اور اس کا مستبعد ہونا مرتفع ہو گیا۔ باقی رہا اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں تو عادت اپنی حالت پر باقی ہے کہ اس کا استبعاد مرتفع نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی طرف شبہ راہ پاتا ہے اور نہ اس میں خرق کبھی جائز ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ وہ پہاڑ جس کو ہم نے پہلے دیکھا ہے اس کا سونے سے بدل جانا جائز قرار دیا جائے۔ اسی طرح سمندر کے پانی کا خون یا تیل ہو جانا، یا گھر کے ظروف کا عالم مردوں کی صورت میں تبدیل ہو جانا جائز قرار دیا جائے، یا یہ کہ بوڑھا (آدمی) بغیر باپ ماں کے دفعۃً پیدا ہو گیا ہو اور یہ کہ جس کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا وہ اس کے علاوہ ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس طور پر کہ وہ معدوم ہو جاتا ہے اور اس کے مثل وجود میں آجاتا ہے، اس کی وجہ سے امور معاش و معاد میں جو خبط اور خلل پیدا ہوتا ہے وہ پوشیدہ ص۲۲
نہیں۔ پس اگر اللہ سبحانہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کر دے تو اس معجزہ سے اس شخص کے صدق کا اعتقاد عادۃً متخلف نہ ہوگا اور اس کے صدق کا علم عادی اس کو لازم ہے، اس لئے کہ عادت بھی حسّ کی طرح علم کا ایک ذریعہ ہے اور کاذب کے صدق کا علم محال ہے۔ نیز معجزہ کا ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کاذب کی تصدیق ہوگی اور کاذب کی تصدیق کذب ہے۔" اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے جو وہ لوگ کہتے ہیں۔" باقی جادو وغیرہ تو یہ اس قبیل سے ہے کہ اسباب کے ترتب ہونے پر مسببات حاصل ہوتے ہیں، اور اس کو خوارق سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ علاوہ بریں یہ وہم پیدا کرنا اور تخییل ہے، اور ایسی حقیقت کا ظاہر کرنا ہے جو کہ نفس الامر میں تحقیق نہیں ہے جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو کچھ نہیں پاتا ہے۔

www.maktabah.org

پہلا مقالہ اور اس میں دو مسلک ہیں

پہلا مسلک بعثت اور نبوت کی حقیقت میں اور تمام مخلوقات کے اس کی طرف احتیاج کے بیان میں ہے۔ تم جان لو کہ انسان کا جوہر اول فطرت میں سادہ اور خالی پیدا کیا گیا، کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عوالم کی کچھ بھی خبر نہیں، اور عوالم بہت زیادہ ہیں کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے پروردگار کے لشکروں کو وہی جانتا ہے۔ اور اس کو عوالم کی خبر ادراکات کے واسطے سے ہوتی ہے پس ادراکات میں سے ہر ادراک کی تخلیق صرف اس لئے ہوئی کہ اس کے ذریعے سے انسان عالمِ موجودات سے مطلع ہو۔ اور عوالم سے ہماری مراد اجناسِ موجودات ہیں۔ پس انسان میں سب سے پہلے لمس کا حاسہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے گرمی، سردی، تری، خشکی، نرمی، سختی وغیرہ کا ادراک کرتا ہے۔ اور لمس کی قوت رنگوں اور آوازوں کے ادراک سے بالکل قاصر ہے، بلکہ یہ لمس کے حق میں معدوم کی طرح ہیں۔ پھر اس کے اندر دیکھنے کی قوت پیدا کی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ رنگوں اور شکلوں کا ادراک کرتا ہے، اور یہ عالمِ محسوسات میں سب سے زیادہ وسیع
۲۳ ہے۔ پھر اس کے سننے کی قوت کھول دی جاتی ہے جس سے آواز اور نغمے سنتا ہے۔ پھر اس کے لئے اسی طرح چکھنے کی قوت پیدا کی جاتی ہے یہانتک کہ عالمِ محسوسات کی طرف تجاوز کرتا ہے تو اس کے اندر تمیز پیدا کی جاتی ہے جب کہ وہ سات سال کی عمر کے قریب ہوتا ہے اور یہ اس کے وجود کے مختلف اطوار میں سے ایک طور ہے جس کے ذریعے وہ ان امور کا ادراک کرتا ہے جو کہ محسوسات کے علاوہ ہیں، اور عالمِ حس میں

www.maktabah.org

اس میں سے کچھ بھی نہیں پایا جاتا۔ پھر ایک اور درجہ پر ترقی کرتا ہے اور اس کے لئے عقل پیدا کی جاتی ہے تو واجبات، ممکنات اور مستحیلات اور ان دیگر امور کا ادراک کرتا ہے جو اس کے قبل کے درجہ میں حاصل نہیں ہوتے۔ اور عقل کے اوپر ایک اور درجہ ہے جس میں اس کی ایک دوسری آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کے ذریعے غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے اور دیگر ایسے امور کو دیکھتا ہے جس سے عقل معزول ہے، جس طرح کہ قوتِ حسِّ تمیز کے مدرکات سے معزول ہے۔ اور جس طرح کہ تمیز والے کے سامنے مدرکاتِ عقل پیش کئے جائیں تو وہ اس کا انکار کردے اور مستبعد جانے، چنانچہ اسی طرح بعض عقلاء نے مدرکاتِ نبوت کا انکار کیا اور اس کو مستبعد جانا اور یہ عین جہل ہے اس لئے کہ اس کے استنادکا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ یہ ایسا درجہ ہے جہاں تک وہ پہنچا نہیں، اور نہ اس کے حق میں پایا گیا۔ پس اس نے گمان کیا کہ وہ فی نفسہٖ موجود نہیں۔ اور مادر زاد اندھا اگر تواتر اور تسامع سے رنگوں اور شکلوں کو نہ جانے اور اس کے سامنے یہ چیزیں ابتداءً بیان کی جائیں تو وہ نہ اس کو جانے گا اور نہ اس کا اقرار کرے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مخلوق کے قریب کردیا ہے اس طور پر کہ ان کو خاصۂ نبوت کا ایک نمونہ عطا کیا۔ اور وہ یہ ہے کہ سونے والا اُس غیب کا ادراک کرتا ہے جو عنقریب ہونے والا ہے خواہ صریحاً ہو یا لباسِ مثال میں ہو جو تعبیر سے منکشف ہوتا ہے۔ اور اگر کسی انسان نے خود اس قسم کا تجربہ نہ کیا ہو اور اس سے کہا جائے کہ بعض انسان غش کھا کر مُردے کی طرح گر جاتا ہے اور اس کا احساس اور اس کے سننے اور دیکھنے کی قوت زائل ہوجاتی ہے تو وہ غیب کا ادراک کرتا ہے تو وہ شخص اس کا انکار کردے گا، اور اس کے محال ہونے پر دلیل

www.maktabah.org

قائم کرے گا اور کہے گا کہ حاسّہ کی قوتیں ادراک کے اسباب ہیں پس جو شخص اس کے قائم رہنے کی حالت میں ادراک نہیں کرسکتا تو اس کے زوال کے وقت تو بدرجۂ اولیٰ اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ اس قسم کا قیاس ہے کہ وجود اور مشاہدہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور جس طرح عقل کا درجہ آدمی کے درجات میں سے ایسا درجہ ہے کہ اس میں ایسی نظر حاصل ہوجاتی ہے جس کے ذریعہ سے انواع معقولات کا ادراک
۲۴ کرتا ہے اور حواس سے معزول ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور وہ دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کرسکتی۔ اور نبوت میں شک یا تو اس کے امکان میں، یا اس کے وجود میں یا ایک شخص معین کے لئے اس کے حصول میں ہوگا، حالانکہ اس کا وجود اس کے امکان کی دلیل ہے، اور اس کے وجود کی دلیل وہ علوم و معارف ہیں جن کا عقل سے حاصل ہونا متصور نہیں ہوسکتا۔ مثلاً علم طب و نجوم کہ جو شخص ان دونوں علوم سے بحث کرے گا یا اس کو بالبداہۃ اس کا علم ہوگا کہ ان دونوں کا ادراک الہام الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اور تجربہ کے ذریعے ان دونوں کی طرف پہنچنے کا راستہ نہیں، کیونکہ بعض احکام نجوم ایسے ہیں کہ ہر ہزار سال میں ایک بار واقع ہوتے ہیں، تو یہ تجربہ سے کس طرح حاصل ہوسکتا ہے، یہی حال ادویہ کے خواص کا ہے۔ پس اس دلیل سے ظاہر ہوا کہ جن امور کا ادراک عقل نہیں کرسکتی ان کے ادراک کے طریقے کا وجود ممکن ہے اور نبوت سے یہاں یہی مراد ہے کیونکہ نبوت صرف اسی سے عبارت ہے بلکہ اس جنس کا ادراک جو مدرکات عقل سے خارج ہے نبوت کے خواص میں سے ہے۔ اور اس کے علاوہ نبوت کے اور بھی بہت سے خواص ہیں۔ ان

www.maktabah.org

خواص ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں وہ سمندر کا ایک قطرہ ہے اور جو ذکر کیا ہے تو اس لئے کہ تمہارے پاس تمہارے مدرکات میں سے نیند میں اس کا نمونہ ہے۔ اور تمہارے پاس طب و نجوم میں اس جنس کے بہت سے علوم ہیں۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں ان کی طرف عقلاء سرمایۂ عقل کے ذریعے کبھی نہیں پہنچ سکتے، اور ان کے علاوہ جو دیگر خواصِ نبوت ہیں تو ان کا ادراک ہم ذوق کے ذریعے کر سکتے ہیں جو کہ طریقِ تصوف اور اولیاء اللہ کے طریقے پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن صرف یہ ایک خاصہ اصل نبوت پر تمہارے ایمان کے لئے کافی ہے، جیسا کہ امام غزالیؒ نے اپنی "اَلْمُنْقِذُ مِنَ الضَّلَالِ" نامی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ فلاسفہ نے کہا کہ بعثت حسن ہے اس لئے کہ یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ مثلاً عقل کا تقویت پہنچانا، ان امور میں جو عقل کی معرفت کے ساتھ مستقل ہیں جیسے وجودِ باری، اس کا علم، اور اس کی قدرت، اور حکم کا نبی سے استفادہ کرنا ان امور میں جن میں عقل مستقل نہیں ہے، جیسے کلام، رویت اور معادِ جسمانی، تاکہ رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت لوگوں کے لئے نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کے مُلک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کا خوف جو پیدا ہوتا ہے اس کا نیکیوں کے بجالانے کے وقت زائل ہونا اور ان کے چھوڑنے کے وقت اس لئے کہ یہ ترکِ طاعت ہے، اور حسن و قبح کا ان افعال استفادہ کرنا جو کبھی اچھے معلوم ہوتے ہیں اور کبھی بُرے، بغیر اس کے کہ عقل اس کے مواقع کی طرف رہبری کرے۔ اور غذاؤں اور دواؤں کے منافع اور ان کی مضرتوں کا علم جس کو تجربہ مختلف ادوار و اطوار کے بعد خطرات میں پڑ کر ہی حاصل کرتا ہے۔ اور نوعِ انسانی کی حفاظت، کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور تعاون کا محتاج ہے اس لئے

www.maktabah.org

ایسی شریعت کا ہونا ضروری ہے جو کہ شارع مقرر کرے اور اس کی اطاعت کی جائے اور نفوسِ بشریہ کا ان کی مختلف استعداد کے مطابق علمیات اور عملیات میں کامل کرنا اور ان کی حقیقی صنائع یعنی حاجات وضروریات کی تعلیم، اور اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم جن کا تعلق اشخاص سے ہے، اور سیاساتِ کاملہ کی تعلیم جن کا تعلق جماعتوں سے یعنی منازل اور شہروں سے ہے، اور نیکیوں کی ترغیب اور برائیوں سے ڈرانے کے لئے عذاب وثواب کی خبر دینا وغیر ذلک۔

یہ پوشیدہ نہیں کہ اس کلام سے بعثت کا وجوب سمجھ میں آجاتا ہے۔ پس حسن سے مراد وہ ہے جو کہ واجب کو بھی شامل ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض مواقع میں ان (فلاسفہ) کی تصریح موجود ہے کہ بعثت واجب ہے۔

منکرین کے اعتراضات

بعثت کا انکار کرنے والوں نے چند اعتراضات وارد کئے ہیں:۔ اول یہ کہ جس کی بعثت ہوتی ہے اس کو اس کا علم ہونا ضروری ہے کہ اس کو یہ کہنے والا کہ "میں نے تجھ کو بھیجا ہے پس تو میری جانب سے پہنچا دے" اللہ ہی ہے۔ اور اس علم کی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ جن کے القا کے ذریعے ہوا ہو، اور تم اس کے وجود پر متفق ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بھیجنے والا اس بات پر دلیل قائم کر دیتا ہے جس سے رسول کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ "میں نے تجھ کو بھیجا ہے" کہنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، جن نہیں ہے۔ اس طور پر کہ اللہ سبحانہٗ ایسے آیات ومعجزات ظاہر کرتا ہے جس سے تمام مخلوقات عاجز رہتے ہیں۔ اور یہ اس کے لئے اس

www.maktabah.org

علم کا فائدہ دیتا ہے، یا اس میں اس کا علم ضروری پیدا کر دیتا ہے کہ بھیجنے والا
۲۶ اور کہنے والا وہی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو نبی کی طرف وحی کا القا کرتا ہے اگر وہ جسمانی ہو تو ضروری ہے کہ وہ القا کے وقت تمام حاضرین کو نظر آئے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے جیسا کہ تم نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، اور اگر جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے تو وحی کا القا تکلم کے ذریعے محال ہے، اس لئے کہ روحانیات کے لئے کلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور جواب پہلے شق کی بنا پر یہ ہے کہ ملازمت (یعنی جسمانی ہونے کی صورت میں یہ لازم قرار دینا کہ القا کے وقت تمام حاضرین کو نظر آئے) تسلیم نہیں۔ اس دلیل کی بنا پر کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضرین میں اس کی رویت کو پیدا نہ کرے کیونکہ اس کی قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں۔ اور یہ پوشیدہ نہیں کہ حاضرین کے لئے اس کی رویت کے پیدا نہ کرنے کو جائز قرار دینا باوجودیکہ یہ فی نفسہٖ ممکن ہے اور اللہ سبحانہ کی قدرت میں ہے، یہ اس بات کے جائز قرار دینے کو مستلزم ہے کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور بڑے بڑے شہر ہوں جنھیں ہم دیکھ نہ سکیں، اور بوق وطبل بج رہے ہوں اور ہم ان کو سن نہ سکیں یہ سفسطہ ہے۔ پس میں کہتا ہوں اللہ سبحانہ زیادہ جاننے والا ہے کہ القا کرنے والا جسمانی لطیف شفاف ہے یعنی فرشتہ ہے اور شفاف جسم کا دیکھنا غیر معتاد ہے جیسے آسمان پس سفسطہ لازم نہیں آتا، بلکہ سفسطہ تو اس صورت میں لازم آتا ہے جبکہ جسم کثیف کی عدم رویت کو جائز قرار دیا جائے، اس سبب سے کہ یہ عادت کے خلاف ہے پس سمجھو۔ اور ہم دوسری شق کو اختیار کر کے بھی اس طرح جواب دے سکتے ہیں کہ

www.maktabah.org

روحانی ایک لطیف شفاف صورت میں متمثل ہوا اور رسولؑ اس کے کلام کو سنیں جو کہ اللہ سبحانہٗ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جیسا کہ گزرا۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں پس غور کرو۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ رسالت کی تصدیق مرسل کے وجود کے علم پر موقوف ہے اور اس علم پر کہ کیا چیز اس پر جائز ہے اور کیا ناجائز ہے۔ اور یہ بجز دقتِ نظر کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور وہ غور و فکر جو اس علم تک پہنچا دے اس کے لئے کوئی معین زمانہ مثلاً دن یا سال کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ اشخاص اور ان کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوں گے۔ پس مکلف کو حق ہوگا کہ نظر حاصل کرنے کے لئے مہلت طلب کرے اور کسی زمانے میں بھی عدمِ علم کا دعویٰ کرے۔ اس صورت میں نبی کا ساکت کرنا لازم آئے گا اور بعثت عبث ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت طلبی کا اختیار نہیں دیا بلکہ اس پر تصدیق بلا مہلت کے واجب کر دی تو تکلیف مالایطاق لازم آئے گا۔ اس لئے کہ رسالت کی تصدیق بغیر اس علم مذکور کے ان امور میں سے ہے جن کا وجود متصور نہیں اور یہ کہ یہ عقلاً قبیح ہے، اس لئے اس کا صدور حکیم تعالیٰ سے ممتنع ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ مہلت دینا ضروری نہیں اس لئے کہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب رسالت کا دعویٰ کیا اور اس کے دعوے کے ساتھ معجزہ بھی شامل ہو جو کہ خارقِ عادت ہو تو متابعت بلا مہلت کے واجب ہے اس لئے کہ معجزہ کے ظاہر ہونے کے وقت صدقِ رسول کا علم عادی حاصل ہوتا ہے، پس سمجھو۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ بعثت تکلیف سے خالی نہیں، اس لئے کہ بعثت کا یہی فائدہ ہے اور تکلیف کئی وجوہ کی بنا پر ممتنع ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ جبر کو ثابت کرتی ہے

اس لئے کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتا ہے اور تمہارے نزدیک بندے کی قدرت مؤثر نہیں تو غیر کے فعل کی تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بندے کی قدرت اگرچہ غیر مؤثر ہے لیکن اس کو فعل کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کو کسب کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے اس کو تکلیف دینی جائز ہے، اس لئے تکلیف مالا یطاق نہیں ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تکلیف بندے کو نقصان پہنچانا ہے اس لئے کہ اس کے لئے فعل کی مشقت اور ترک پر عذاب کی مشقت لازم ہے اور نقصان پہنچانا قبیح ہے، اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تکلیف میں جو دنیوی واخروی مصالح ہیں وہ اس کی مضرتوں سے کہیں زیادہ ہیں جیسا کہ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ اور خیر کثیر کا شر قلیل کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں۔ تیسرے یہ کہ تکلیف میں جو مشقت ہے وہ یا تو بغیر کسی غرض کے ہوگی اور یہ عبث قبیح ہے، یا کسی غرض کے لئے ہوگی جس کا تعلق یا تو اللہ تعالیٰ سے ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ اغراض سے منزہ ہے۔ یا اس کا تعلق بندے سے ہے تو اس صورت میں یا تو نقصان پہنچانا ہے اور یہ بالاجماع منتفی ہے۔ یا نفع پہنچانا ہے تو نفع حاصل کرنے کی تکلیف اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں عذاب دینا خلاف عقل ہے، اس لئے کہ یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ اس سے کہا جائے کہ اپنی ذات کے لئے نفع حاصل کر ورنہ میں تجھ کو ابدالآباد تک عذاب دوں گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرع ہے اس بات کی کہ عقل نے اس کے حسن اور قبح کا حکم لگایا ہے، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں غرض کا ہونا لازمی ہے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے مقام پر باطل کر دیا ہے۔ نیز تکلیف ایسی غرض کے لئے ہے ۲۸ جو کہ بندے سے متعلق ہے، یعنی دنیوی اور اخروی منافع جو کہ افعال کی مختلف مشقتوں

www.maktabah.org

کی مضرتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ باقی رہا اس کا سزا دینا تو یہ اس سبب سے نہیں ہے کہ اس نے منفعت نہیں حاصل کیا، بلکہ اس سبب سے ہے کہ اس نے اپنے آقا سردار کے حکم کی پیروی نہیں کی، اور اس میں آقا کی اہانت ہے۔ میں کہتا ہوں: اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیوں اس کی تکلیف دی باوجود اس علم کے کہ وہ پیروی نہیں کرے گا، اور نہ اس کے ذریعے سے اپنے لئے کوئی فائدہ حاصل کرے گا، یہ تو اس کو صرف نقصان پہنچانا ہے اور یہ بُرا ہے — اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ تکلیف اگرچہ اس کے اعتبار سے ضرر پہنچانا ہے لیکن یہ گزر چکا ہے کہ قلیل نقصان خیر کثیر کی خاطر عقلاً جائز ہے پس یہ بُرا نہ ہوگا۔ معتزلہ نے کہا ہے کہ کافر کی تکلیف میں بھی فائدہ ہے، وہ ثواب کی تعریض ہے، ثواب نہیں۔ کیونکہ ثواب تکلیف دینے والے کی اطاعت کا فائدہ ہے نہ کہ تکلیف کا فائدہ۔ اور اس کے قریب وہ ہے جو لوگوں کے لئے مثال کے طور پر بیان کیا ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی غیر کو کھانے کی دعوت دے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس دعوت کو قبول نہ کرے گا مگر اس طور پر کہ اس کے لئے مختلف قسم کے تأدّب وتلطف (سختی ونرمی) سے کام لے۔ اور اگر داعی نے اس قسم کا تأدّب اختیار نہیں کیا تو وہ اپنی غرض میں ناقص ہوگا۔

بعثت اور شریعتوں کی حکمت

اس مقام پر اس کا ذکر کرنا بہتر اور نافع ہے جو حکمائے اسلام نے کہا ہے کہ تکلیف حسن ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے امورِ معاش میں مستقل نہیں ہے اس لئے کہ اس کو غذا لباس اور مکان اور

www.maktabah.org

اسلحہ اور اس کے علاوہ ان امور کی ضرورت ہے جو کہ صناعی ہیں اور ان پر ایک صانع اپنی مدتِ حیات میں قادر نہیں ہے، بلکہ یہ ایک جماعت ہی کو میسّر آسکتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں، اور اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کے شریک ہوں، اس طور پر کہ ہر ایک اپنے ساتھی کے لئے اس کے کام کے مقابلے میں کام کرے۔ مثلاً ایک دوسرے کے لئے کپڑے سیتا ہے تو دوسرا اس کے لئے سوئی بناتا ہے۔ اسی قیاس پر تمام امور ہیں پس امرِ معاش بنی نوع کے اجتماع سے پورا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے، کیونکہ تمدن سے ان کی اصطلاح میں یہ اجتماع ہی مراد ہے اور یہ اجتماع ۲۹ اسی وقت منظم ہوتا ہے جبکہ ان کے درمیان معاملہ اور عدل ہو۔ کیونکہ ہر شخص کو اس چیز کی خواہش ہوتی ہے جس کا وہ محتاج ہے اور اس پر غضبناک ہوتا ہے جو اس میں مزاحم ہو۔ اور یہ دوسرے پر ظلم کا سبب بنتا ہے جس کی وجہ سے ہرج واقع ہوتا ہے اور اجتماع کے کام اور اس کے نظام میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اور معاملہ و عدل کی اتنی جزئیات ہیں جن کا حصر نہیں کیا جا سکتا اور وہ قوانین کے وضع کے بغیر ضبط میں نہیں آسکتے، وہ قوانین سنت اور شرع ہیں۔ پس ضروری ہے کہ کوئی شارع ہو، پھر اگر وہ لوگ وضعِ سنت اور وضعِ شرع میں باہم نزاع کریں تو ہرج واقع ہوگا اس لئے مناسب ہے کہ شارع استحقاقِ طاعت میں ان سے ممتاز ہو، تاکہ باقی لوگ قبولِ سنت اور شرع میں اس کی اطاعت کریں۔ اور یہ استحقاق اسی وقت متصور ہوگا جبکہ وہ ایسے آیات کے ساتھ مختص ہو جو اس پر دلالت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور یہی معجزات ہیں۔ پھر جمہور عوام احکامِ شرع کو بہ نظرِ حقارت دیکھتے ہیں جبکہ ان پر مرغوبات کا شوق غالب ہو۔ پس وہ معصیت پر اور شرع

www.maktabah.org

کی مخالفت پر پیش قدمی کرتے ہیں۔ چنانچہ جب مطیع کے لئے ثواب ہو اور نافرمان کے لئے سزا ہو، تو خوف اور امید ان کی طاعت اور ترکِ معصیت پر آمادہ کریں گے گویا شریعت کا انتظام اس کے اعتبار سے قوی ہے، جبکہ ایسا نہ ہوتا پس ان پر شارع اور بدلہ دینے والے کی معرفت ضروری ہے۔ اور ضروری ہے کسی ایسے سبب کا ہونا جو کہ اس معرفت کو محیط ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے صاحبِ شرع اور بدلہ دینے والے کی عبادات مذکورہ مشروع کی گئیں اور ان کا تکرار کیا گیا تاکہ اس تکرار کی وجہ سے تذکرہ مستحکم ہو جائے تو اس صورت میں مناسب ہے کہ شارع ایسے خالق کی تصدیق کی دعوت دے جو علیم و قدیر ہے۔ اور شارع ایمان لانے کی دعوت دے جو کہ اس خالق کی جانب ان لوگوں کے پاس بھیجا گیا ہے اور سچا ہے۔ اور وعد و وعید، ثواب و عذاب اخروی کے اعتراف کی دعوت دے اور عبادات کے ساتھ قیام کی دعوت دے جن میں خالق کا ذکر اس کی صفات جلال کے ساتھ ہو، اور اس سنت کی اطاعت کی دعوت دے جس کی لوگوں کو اپنے معاملات میں ضرورت ہوتی ہے، یہاں تک کہ
ص۳۰ اس دعوت کے ذریعے وہ عدل جاری ہو جائے جو کہ امورِ نوع کے نظام کو درست کرنے والا ہو۔ اور اس سنت کا استعمال تین امور میں نافع ہے، اول قوائے نفسانیہ کی ریاضت اس کو شہوت کے بغل گیر ہونے سے اور اس غضب سے روکتی ہے جو کہ نفسِ ناطقہ کے لئے جنابِ قدس کی طرف توجہ سے مانع ہیں۔ دوسرے امورِ عالیہ میں برابر غور و فکر کرنا جو کہ عوارضِ مادّیہ اور کدوراتِ حسیہ سے پاک ہیں اور ملاحظہ ملکوت کی طرف پہنچانے والے ہیں۔ تیسرے شارع کے انذارات (ڈرانا) کی یاد کا آنا اور نیک کام کرنے والوں کے لئے وعدہ اور بدکاروں کے لئے وعید کی

www.maktabah.org

یاد کا آنا جو دنیا میں عدل قائم کرنے کو اور ساتھ ساتھ آخرت میں اجر و ثواب کو مستلزم ہے۔ یہ تو اُن (حکمائے اسلام) کا کلام ہے، اور اس کے قریب قریب معتزلہ کا یہ قول ہے کہ تکلیف عقلاً واجب ہے اس لئے کہ یہ قبائح کے ارتکاب سے روکنے والی ہے کیونکہ انسان بمقتضائے طبیعت مرغوبات اور لذیذ چیزوں کی طرف رغبت کرتا ہے۔ پس جب اسے معلوم ہوگا کہ یہ حرام ہے تو وہ اس سے رک جائے گا اور قبائح سے رکنا واجب ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ تکلیف یا تو فعل کے وجود کے ساتھ ہوگی، اور اس کے واجب ہونے کا، اور اس کے صدور کے متعین کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اس وقت اس کے صدور کا عبث قبیح ہونا متعین ہوگا۔ اور یہی حال اس وقت بھی ہے جب کہ تکلیف فعل کے بعد ہو، کیونکہ یہ تحصیل حاصل کی تکلیف ہے اور یا قبل وجود فعل کے ہو۔ یہ تکلیف مالایطاق ہے، اس لئے کہ فعل قبل فعل کے محال ہے، کیونکہ کسی چیز کا وجود اُس کے عدم کی حالت میں نہیں ہوتا۔ اور جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قدرت فعل کے ساتھ اور اس کی تکلیف اس حالت میں محال یعنی تحصیل حاصل کی تکلیف نہیں ہے۔ اور یہ تو اسی صورت میں ہوتا ہے اگر فعل اس تحصیل سے پہلے حاصل ہو جس تحصیل میں کہ وہ مشغول ہے۔ اور یہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اس تحصیل کی وجہ سے حاصل ہے۔ علاوہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تکلیف احداث کی طرح ہے۔ پس کہا جائے گا کہ اس کا احداث یا تو اس کے وجود کی حالت میں ہے تو یہ تحصیل حاصل ہے اور یا اس کے عدم کی حالت میں ہے تو یہ جمع بین النقیضین ہے، اور احداث ان امور میں ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ پس احداث میں تمہارا جو جواب ہوگا تکلیف کے متعلق میرا بھی ص ۳۱

وہی جواب ہوگا۔ معتزلہ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ تکلیف قبل فعل کے ہو اور یہ تکلیف مالایطاق نہیں ہے۔ اس لئے کہ فی الحال تکلیف دوسرے حال میں واقع کرنے کی ہے نہ یہ کہ فوری واقع کرنے کی کہ جمع بین النقیضین یعنی وجود و عدم کا اجتماع لازم آئے۔ جیسا کہ کافر کو فی الحال تکلیف اس کی دی گئی ہے کہ دوسرے حال میں ایمان کو وقوع میں لائے، اور یہ محلِ نظر ہے اس لئے کہ اگر مثلاً وہ دوسرے حال میں کفر کو جاری رکھے تو اس میں ایمان پر قدرت نہیں ہے۔ اور اگر ایمان سے بدل ڈالے تو وہ اس کا مکلف نہیں ہے اس لئے کہ تحصیل حاصل کی تکلیف محال ہے اور اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ تکلیف اسی سے متعلق ہے جو کہ قدرت میں ہے۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس چیز کی تکلیف دی گئی ہے وہ اس کے وجود کے زمانے میں مقدور ہو۔ باقی رہا قدرت کا تکلیف کو جامع ہونا تو یہ نہیں ہے۔ مزید برآں تحصیل حاصل کی تکلیف اس وقت محال ہے جب کہ دوسری تحصیل کی تکلیف دی جائے نہ کہ اسی تحصیل کی جیسا کہ گزرا۔ پس اگر تم کہو کہ کفر کا جاری رکھنا دوسرے حال میں ان کے نزدیک ایمان پر اس کی قدرت کے منافی نہیں، اس لئے کہ ایمان کفر کی حالت میں ان کے خیال کے مطابق قدرت میں ہے۔ کیونکہ قدرت فعل سے پہلے ثابت ہے تاکہ کافر کو ایمان کی تکلیف صحیح ہو۔ اس بنا پر کہ جو چیز قدرت میں نہیں ہے اس کی تکلیف نہیں دی جاتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اور اس صورت میں پہلی شق کو اختیار کر کے بھی جواب صحیح ہو سکتا ہے، جیسا کہ تم دیکھو گے۔ تو میں کہتا ہوں (اور اللہ سبحانہ خوب جانتا ہے) کہ ناظر کی مراد یہ ہے کہ دوسرے حال میں کفر پر قائم رہنے کی

www.maktabah.org

صورت میں ایمان اس وقت بھی قدرت میں نہ ہوگا، اس لئے کہ یہ وجود اور عدم کا جمع کرنا ہے۔ پس ان کے اس اعتذار کا کہ فی الحال تکلیف صرف دوسرے حال میں واقع کرنے کی ہے، کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ اس بنا پر پہلی شق کو اختیار کر کے جواب ممکن نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ پس سمجھو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ بعض ملاحدہ کا خیال ہے کہ افعال شاقہ بدنیہ کی تکلیف باطن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اور ان صفات میں جو کہ واجب ہیں اور جو جائز ہیں ۳۲ اور وہ افعال جو کہ ممتنع ہیں ان میں تفکر سے روکتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ مصلحت جس کی اس سے توقع ہے وہ فوت ہو جاتی ہے۔ یعنی امور مذکورہ میں غور و فکر کرنا، پھر مزید براں وہ امور جو تکلیف کی وجہ سے متوقع ہیں پس یہ عقلاً ممتنع ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی معرفت میں فکر کرنا یہی تکلیف کا مقصد اعلیٰ ہے اور تمام تکالیف اس کی معاون اور داعی ہیں اور مکلف کے لئے اس اصلاح معاش کا سبب اور وسیلہ ہیں، اوقات کو ان پریشان کن امور سے محفوظ رکھنے میں مددگار ہیں جن میں مشغول ہونا تکالیف کی مشغولیت سے زیادہ پریشان کن ہے۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ عقل میں بعثت کی طرف سے کفایت ہے، پس کوئی فائدہ نہیں، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عقل جس چیز کے حُسن کا فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور جس کے بُرے ہونے کا حکم دے اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور جس کے اچھے بُرے ہونے کا کوئی فیصلہ نہ کرے تو ضرورت کے وقت اس پر عمل کیا جائے گا، اس لئے کہ ضرورت موجود ہے۔ پس اس حاجت کا اعتبار کرنا واجب ہے تاکہ اس کے فوت ہونے کی مضرت کو دفع کیا جا سکے اور مضرت کا محض احتمال اس کے

www.maktabah.org

بُرے ہونے کی تقدیر پر اس کے معارض نہ ہوگا۔ اور اس حاجت کے نہ ہونے کے وقت اس کو احتیاطاً ترک کر دیا جائے گا تاکہ وہ مضرت دفع ہو سکے جس کا وہم ہے، اور حسن و قبیح کے متعلق عقل کا حکم تسلیم کرتے ہوئے جواب یہ ہے کہ شرع جو بعثت سے مستفاد ہے اس کا فائدہ اس کی تفصیل بیان کرنا ہے جس کو عقل نے اجمالاً حسن و قبیح اور منفعت و مضرت کے مراتب دیئے ہیں اور اس چیز کا بیان کرنا ہے جس سے عقل ابتداءً قاصر ہے کیونکہ عقل کے حکم کو ماننے والے اس کا انکار نہیں کرتے کہ بعض افعال ایسے ہیں جن میں عقل کچھ حکم نہیں کرتی۔ مثلاً وظائف عبادات، تعیین حدود و مقادیر، اور نفع پہنچانے والے اور مضر افعال کی تعلیم، اور نبیٔ شارع اس طبیب حاذق کی طرح ہے جو دوائیں اور اُن کے طبائع و خواص جانتا ہے، یہ ایسے امور ہیں کہ اگر عام لوگوں کا تجربے کے ذریعے ان کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے تو وہ ایک طویل زمانے میں ممکن ہے جس میں اس کے فوائد سے وہ محروم رہیں گے، اور اس کے کمال تک پہنچنے سے پہلے وہ ہلاکتوں میں پڑیں گے، کیونکہ اس مدت میں بسا اوقات ایسی دوائیں استعمال
۳۳ کریں گے جو مہلک ہوں اور انھیں اس کا علم نہ ہو چنانچہ ہلاک ہو جائیں گے۔ مزید برآں ان امور میں مشغول ہونا نفس کو مشقت میں ڈالنے کا اور ضروری صنعتوں کے تعطل کا اور مصالح معاش سے بے توجہی کا سبب ہوگا۔ جب وہ اس کو طبیب سے اخذ کریں گے تو ان کا بوجھ ہلکا ہوگا اور اس سے نفع حاصل کریں گے اور ان مضرتوں سے محفوظ رہیں گے۔ پس جس طرح کہ امور مذکورہ کی معرفت کے امکان کی بنا پر طبیب سے بے نیازی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح تکالیف اور افعال کے احوال کی معرفت کے امکان کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں عقل کے تامل کی وجہ سے

www.maktabah.org

مبعوث سے بے نیازی ہے، یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے جبکہ نبی وہ چیز جانتے ہیں کہ اس کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتا ہے، بخلاف طبیب کے کہ محض فکر و تجربے کے ذریعے ان تمام امور کی طرف پہنچنا ممکن ہے جو کہ وہ جانتا ہے۔ پس جبکہ وہ اس سے مستغنی نہ ہو تو نبی سے تو بدرجۂ اولیٰ مستغنی نہیں ہو سکتا۔

اور اثباتِ نبوت اور حسنِ تکلیف کے سلسلے میں حکماء کے مذہب کی تقریر جو پہلے بیان ہو چکی ہے اس میں اس کلام کا تتمہ ہے۔

چھٹا (اعتراض) یہ ہے کہ معجزہ ممتنع ہے اس لئے کہ یہ خرقِ عادت ہے اور اس کا جائز قرار دینا سفسطہ ہے۔ پس معجزہ نبوت کو ثابت نہیں کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خرقِ عادات آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کے پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے، اور بعض مواد میں خرق کے عدم وقوع کا یقین اس کے فی نفسہٖ امکان کے منافی نہیں ہے۔ علاوہ بریں خرقِ عادت انبیاء اور اولیاء سے ایک عادتِ مستمرہ ہے جو ہر زمانے اور وقت میں پائی جاتی ہے اس لئے عاقل منصف کے لئے اس کا انکار ممکن نہیں بلکہ ہم کہیں گے کہ معجزہ ہمارے نزدیک وہ ہے جس سے مدعیِ رسالت کی تصدیق مقصود ہو، اگرچہ خرقِ عادت نہ ہو۔ میں کہوں گا کہ اس میں اعتراض ہے اس لئے کہ یہ اس کے منافی ہے جو معجزہ کے شرائط میں پہلے گزر چکا ہے کہ خرقِ عادت اس میں شرط ہے۔ نیز اس سبب سے کہ اگر یہ نہ ہو تو معجزہ دیگر امورِ معتادہ کی طرح صدق پر دلالت نہیں کرے گا، پس تم سمجھو۔

ساتویں یہ کہ معجزہ کا ظاہر ہونا صدق پر دلالت نہیں کرتا ہے کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ وہ جادوگر ہو، اور یہ اس کا فعل ہو اللہ تعالیٰ کا فعل نہ ہو۔ اور تمہارا ۳۴

اس کے حق ہونے اور امورِ غریبہ میں اس کی تاثیر پر اتفاق ہے۔ یا کسی طلسم کی وجہ سے ہو جس کا علم اس کو خاص طور پر ہو۔ اور جواب یہ ہے کہ تجویزاتِ عقلیہ علم عادی کے منافی نہیں ہیں، جیسا کہ محسوسات میں ہوتا ہے، کیونکہ ہم یقین کرتے ہیں کہ جسم معین کا حصول اس کے عدم کے فرض کے مانع نہیں بلکہ اس کو اس کے حصول کے جزم کے ساتھ ساتھ ایسا جزم ہے جو کہ واقعہ کے مطابق ہے، اور اس طرح ثابت ہے کہ اس حس کا شبہ اس کی طرف راہ نہیں پا سکتا جو کہ اس کی قابلِ اعتماد شہادت دیتا ہے۔ اور عادت حس کی طرح علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے پس جائز ہے کہ جس طرح حس کسی چیز کا یقین کرتی ہے اسی طرح عادت کی بنا پر اس کا یقین کیا جائے، باوجود اس کے کہ فی نفسہٖ اس کے نقیض کا امکان ہے۔ نیز اپنے موقع پر بیان ہو چکا ہے کہ وجود میں مؤثر صرف اللہ تعالیٰ ہے، تو معجزہ صرف اس کا فعل ہوگا مدعی کا نہیں۔ اور سحر وغیرہ اگر اعجاز کی اس حد کو نہ پہنچیں جیسا کہ معجزہ کا حال ہے مثلاً سمندر کا پھاڑنا، مُردوں کا زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست کر دینا تو ظاہر ہے کہ سحر معجزہ کے ساتھ مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ پس کوئی اشکال نہیں۔ اور اگر حدِ اعجاز کو پہنچے تو یا تو دعوائے نبوت اور تحدی کے بغیر ہو تو بھی ظاہر ہے کہ اس میں التباس نہ ہوگا، یا ان دونوں چیزوں کا دعویٰ بھی ہو تو اس صورت میں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ہاتھ پر پیدا نہ کرے، یا یہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کے معارضہ پر قادر نہ ہو، ورنہ کاذب کی تصدیق ہوگی۔ اور یہ کذب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

www.maktabah.org

آٹھویں یہ کہ معجزہ کے حصول کا علم اس شخص کے لئے جس نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو تواتر کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اور وہ علم کا فائدہ نہیں دیتا۔ پس کسی کی نبوت کا علم اس شخص کو نہیں ہو سکتا جس نے اس کے معجزہ کا مشاہدہ نہ کیا ہو اور تواتر علم کا فائدہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ اہلِ تواتر میں سے ہر ایک پر کذب کا احتمال ہے، تو اس طرح پورے پر کذب کا احتمال ہے کیونکہ سبھوں کا کذب ان میں سے ہر ایک کا کاذب ہونا ہی ہے۔

جواب یہ ہے کہ کل کا اس حیثیت سے کہ کل ہے برابر ہونا تسلیم نہیں کہ سب پر ایک ہی حکم لگایا جائے، اس لئے کہ دس آدمیوں کی قوت ایک چیز کے ہلانے پر قادر ہے جس پر ان میں سے ہر ایک شخص (فرداً فرداً) قادر نہیں ہے۔

نواں یہ ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے شریعتوں کا تتبع کیا تو ہم نے اس کو پایا کہ یہ ان امور پر مشتمل ہیں جو کہ عقل اور حکمت کے موافق نہیں۔ پس ہمیں معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ امور یہ ہیں، مثلاً جانور کے ذبح کا مباح کرنا اور اس کو کھانے وغیرہ کے فائدے کے لئے تکلیف دینا، اور ایام معینہ میں بھوک پیاس کے برداشت کرنے کو واجب کرنا اور ان لذتوں سے روکنا جن میں بدن کی بہتری ہے۔ اور افعالِ شاقہ اور میدانوں کے طے کرنے کی تکلیف دینا۔ اور مثلاً بعض مقامات کی زیارت کرنا اور بعض مقامات میں قیام کرنا۔ بعض میں سعی کرنا، بعض کا طواف کرنا۔ باوجودیکہ وہ مقامات ایک دوسرے کے مثل ہیں اور بچوں اور مجنونوں جیسی صورت اختیار کرنی کہ ننگے سر اور ننگے پیر ہونا۔ اور نشانہ بازی کرنا حالانکہ کوئی چیز نشانہ کی نہیں۔ اور ایک پتھر کو بوسہ دینا حالانکہ

www.maktabah.org

دیگر پتھروں پر اس کو کوئی فضیلت نہیں۔ اور مثلاً آزاد حسین عورتوں کی طرف دیکھنے کو حرام کرنا اور حسین لونڈی کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دینا۔

حسن و قبح کے متعلق عقل کا حکم تسلیم کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے افعال میں غرض کو لازمی تسلیم کرتے ہوئے جواب یہ ہے کہ، غایتِ امر یہ ہے کہ ان مذکورہ صورتوں میں حکمت سے واقفیت نہیں ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر میں کوئی حکمت ہے ہی نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ کوئی ایسی مصلحت وہاں موجود ہو جس کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہو، اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقل کے ماسوا ایک اور درجہ ہے جس میں ایک ایسی آنکھ کھل جاتی ہے جس سے غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے اور ان دوسرے امور کو دیکھ لیتا ہے جن سے عقل معزول ہے۔ جس طرح کہ حس کی قوتِ تمیز کے مدرکات سے قاصر ہے۔ اور عنقریب میں اس کی مزید تحقیق مسلک ثانی کے ابتدا میں انشاء اللہ تعالیٰ پیش کروں گا۔

www.maktabah.org

دوسرا مسلک خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے اثبات میں ۳۶

تم جان لو کہ بعض امور کے ایسے خواص ہیں کہ عقل کی نگاہ اس کے اردگرد نہیں پھٹک سکتی، بلکہ قریب ہے کہ عقل اس کی تکذیب کرے اور اس کے محال ہونے کا فیصلہ کرے۔ پس چاہیے کہ ہم ان امور کے امکان، بلکہ ان کے وجود پر دلیل قائم کریں، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ افیون بقدر ایک دانگ سمّ قاتل ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی برودت کی زیادتی کی وجہ سے رگوں میں خون کو منجمد کر دیتی ہے اور جو شخص علمِ طبیعت کا دعویٰ کرتا ہے وہ گمان کرے گا کہ بارد کرنے والا مرکّب پانی اور مٹی کا مرکّب ہے کیونکہ یہ دونوں عنصر بارد ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ کئی رطل پانی اور مٹی اپنے بارد کرنے میں باطنی طور پر اس حد کی تبرید کو نہیں پہنچ سکتے، اور کسی طبیعی کو اس کی خبر دی جائے جس نے اس کا تجربہ نہ کیا ہو تو کہے گا کہ یہ محال ہے اور اس کے محال ہونے پر دلیل یہ دے گا کہ اس میں ناریت اور ہوائیت بھی ہے اور سمّوں کا پانی اور مٹی سے اندازہ کیا جائے تو تبرید میں اس افراط کا سبب نہ ہوگا، اور جب اس میں دو ھار ملا دیئے جائیں تو بدرجۂ اولیٰ اس کا سبب نہ ہوں گے، اور وہ اس کو برہان (دلیل) سمجھے گا۔ طبعیات والٰہیات کے متعلق فلاسفہ کی اکثر دلیلیں اسی جنس پر مبنی ہیں، کیونکہ انھوں نے تمام امور کا تصور اس کے مطابق کیا ہے جیسا کہ انھوں نے پایا اور سمجھا ہے۔ اور جس کو انھوں نے نہیں سمجھا تو اس کا محال ہونا فرض کر لیا۔ اسی طرح جو شخص رویائے صادقہ سے

www.maktabah.org

مانوس نہیں ہے اور اس کے سامنے کوئی ایک شخص دعویٰ کرے کہ وہ حواس کے
زائل ہونے کے وقت غیب کو معلوم کرتا ہے تو اس قسم کی عقلوں سے کام لینے والے
اس کا انکار کر دیں گے اور اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دنیا میں
کوئی چیز ایسی ہو جو کہ ایک دانہ کے برابر ہو اور وہ شہر میں رکھ دی جائے تو پورے
شہر کو ختم کر دے پھر خود بھی ختم ہو جائے اور نہ خود باقی رہے اور نہ شہر کی کوئی چیز باقی
رہے تو اس کا جواب یہ ملے گا کہ یہ محال ہے جو کہ منجملہ خرافات کے ہے، لیکن یہ
حالت آگ کی ہے۔ اس حالت کو سن کر اس کا انکار وہی شخص کرے گا جس نے
صـ ۳۷ آگ کو دیکھا نہ ہو۔ اور اکثر احکام شرائع اور عجائبِ آخرت کا انکار اسی قبیل سے ہے۔
تو ہم طبیعی سے کہیں گے کہ تم یہ کہنے پر مجبور ہو کہ افیون میں تبرید کی ایسی خاصیت
ہے جو اس قیاس پر مبنی نہیں ہے جو کہ طبیعت سے سمجھا جاتا ہے۔ پھر تم اسی کو
کیوں نہیں جائز قرار دیتے کہ اوضاعِ شرعیہ میں قلب کے علاج اور اس کے تصفیہ
کے ایسے خواص موجود ہیں جن کا ادراک حکمتِ عقلیہ سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ صرف
نبوت کی آنکھ سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تو ایسے خواص کا اعتراف
کیا ہے جو ان سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں۔ اور ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں نقل
کیا ہے منجملہ ان کے ایک عجیب اور مجرب خاصیت اس شکل (نقش پندرہ) کی ہے
جو حاملہ کی سختیِ ولادت کے وقت دو ایسے کپڑوں کے ٹکڑوں پر بنائی جاتی ہے جن کو پانی
نہ لگا ہو اور ان دونوں کو اس کے دونوں پاؤں کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اور حاملہ
اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہے تو فوری ولادت ہو جاتی ہے۔ اور ان لوگوں
نے اس کے امکان کا اقرار بھی کر لیا ہے اور عجیب خواص کے سلسلے میں اس کو ذکر کیا ہے

www.maktabah.org

یہ شکل اس قسم کی ہے[۱] کہ اس میں نو خانے ہوتے ہیں اور ہر خانے میں ایک مخصوص ہندسہ لکھا جاتا ہے اور ان سب کا مجموعہ طول و عرض آڑے ترچھے میں پندرہ ہوتا ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں ان کی عقل میں اس بات کی سچائی کیوں نہیں آتی کہ فجر کی نماز میں دو رکعتوں اور ظہر میں چار رکعتوں اور مغرب میں تین رکعتوں کا مقرر کرنا ان خواص کی بنا پر ہے جو حکمت کی نظر سے معلوم نہیں ہوتیں۔ ان خواص کا سبب ان اوقات کا مختلف ہونا ہے جن کا ادراک نورِ نبوت سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور تعجب تو اس پر ہے کہ اگر اس عبارت کو منجمین کی عبارت میں پیش کیا جائے تو وہ ان اوقات کے اختلاف کا اعتراف کر لیں اور اس کے لئے دلائل ترتیب دیں۔

۳۸ پس ہم کہیں گے کہ کیا حکم طالع کے لحاظ سے مختلف نہیں ہوتے جب کہ آفتاب وسطِ آسمان میں ہو، یا مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو۔ تو وہ جواب دیں گے

---

[۱]

ح	ج	د
ا	ه	ط
و	ز	ب

۴	۹	۲
۳	۵	۷
۸	۱	۶

۲	۷	۶
۹	۵	۱
۴	۳	۸

مذکورہ بالا تینوں شکلیں اس نسخہ میں موجود نفیس کنڈیاں والے نسخے سے نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ شکلیں "المنقذ من الضلال" میں بھی مذکور ہیں مگر تھوڑے فرق کے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ سامنے نقل ہے۔

د	ط	ب
ج	ه	ز
ح	ا	د

www.maktabah.org

ہاں کیوں نہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے اسی پر اپنی تقویمات، اختلافِ مطالع اور مدتوں اور عمروں کے تفاوت کی بنیاد رکھی، حالانکہ زوال اور آفتاب کے وسطِ آسمان میں ہونے اور نہ مغرب اور آفتاب کے مغرب میں ہونے میں کوئی فرق ہے۔ پس اس تصدیق کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نجومی کی عبارت میں سُنا ہے جس کا کذب سینکڑوں بار آزمایا ہوا ہے، اور برابر اس کو سچ سمجھے گا۔ یہاں تک کہ اگر نجومی کہے کہ جب آفتاب وسطِ آسمان میں ہو اور اس کی طرف فلاں ستارے متوجہ ہوں اور تو اس وقت نیا کپڑا پہنے تو تُو اسی کپڑے میں قتل کیا جائے گا۔ پس وہ اس وقت میں کپڑے نہیں پہنے گا، حالانکہ سخت سردی برداشت کر رہا ہوگا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جن لوگوں کی عقلیں ان عجیب باتوں کو قبول کرتی ہیں اور وہ اس کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ یہ ایسے خواص ہیں جن کا علم بعض انبیاءؑ کا معجزہ ہے تو پھر اس قسم کی باتوں کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں جو نبی صادق سے سنی ہیں۔ اور ان کی تائید معجزات کے ذریعے کی گئی ہے، اور ان کا کذب کبھی معلوم نہیں ہوا۔ اور رکعات کی تعداد میں، رمیِ جمار میں، ارکانِ حج کی تعداد اور دیگر شرعی تعبدات میں ان خواص کا امکان ان کی سمجھ میں کیوں نہیں آتا۔ حالانکہ ہم ان میں اور دواؤں اور نجوم کے خواص میں کوئی فرق نہیں پاتے۔ پس اگر وہ کہے کہ میں نے نجوم کا اور کچھ طب کا تجربہ کیا تو ان کا بعض حصہ صحیح پایا۔ اس لئے میرے دل میں اس کی تصدیق جاگزیں ہو گئی۔ اور میرے دل سے اس کا مستبعد ہونا اور اس کی نفرت جاتی رہی۔ لیکن یہ (احکام شرع) ایسے امور ہیں جن کا میں نے تجربہ نہیں کیا، تو میں اس کے وجود اور تحقق کو کس طرح جان سکتا ہوں، اگرچہ اس کے امکان کا اقرار کر لوں۔ پس میں کہوں گا کہ تم صرف ان امور پر

www.maktabah.org

اکتفا نہیں کرتے جن کا تم نے تجربہ کیا ہے، بلکہ تم نے تجربہ کاروں کی خبریں سنی ہیں اور
اس میں ان کی تقلید کی ہے۔ پس تم اولیاءؒ کے اقوال سنو جنھوں نے اس کا تجربہ ص۳۹
کیا ہے، اور شریعت کے تمام احکام میں جو کہ وارد ہوئے ہیں انھوں نے حق کا مشاہدہ
کیا ہے، یا ان کا راستہ اختیار کرو تو تم بعض مشاہدوں کا ادراک کروگے۔ مزید برآں
میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ تم نے تجربہ نہیں کیا لیکن تمہاری عقل تصدیق و اتباع کے
وجوب کا قطعاً تقاضا کرتی ہے۔ کیونکہ اگر ہم فرض کریں کہ ایک شخص عاقل بالغ ہے
لیکن مرض کا تجربہ نہیں کیا ہے وہ بیمار پڑ جائے، اور اس کا باپ بھی ہے جو کہ مشفق ہو
اور طب میں ماہر ہو، اور جب سے اس شخص نے ہوش سنبھالا ہے اسی وقت سے
باپ سے یہ دعویٰ سنتا آیا ہے کہ وہ طب کا علم رکھتا ہے۔ اب اس کا باپ اس کے لئے
کوئی دوا تجویز کرے اور کہے کہ یہ تمہارے مرض کے لئے مفید ہے اور تمہاری بیماری کو
شفا بخشنے والی ہے تو اس کی عقل جس چیز کا تقاضا کرتی ہے وہ یہ کہ اس دوا کو استعمال
کرے اگرچہ وہ تلخ ہو اور ذوق کو ناگوار ہو۔ اور اگر وہ اس کی تکذیب کرے اور کہے
کہ اس دوا کی مناسبت میری عقل میں نہیں آتی کہ اس سے شفا حاصل ہوگی۔ اور
نہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے تو تم اس کو احمق ہی سمجھوگے۔ پس اگر تم یہ کہو کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور اس طب سے آپ کی واقفیت مجھے کس طرح
معلوم ہو سکتی ہے تو میں جواب دوں گا کہ تم نے اپنے باپ کی شفقت کس طرح معلوم کی
یہ کوئی امر محسوس نہیں ہے۔ بلکہ تم کو اس کے قرائن احوال اور مصادر و موارد میں شواہد
اعمال کے ذریعے تمہیں یقینی طور پر اس کا علم حاصل ہوا ہے جس میں تم کو شبہ نہیں ہوتا
اور جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں اور ان اخبار میں غور کیا

www.maktabah.org

جو آپ سے منقول ہیں، اور ان میں آپؐ نے لوگوں کے حق میں مختلف قسم کی رفق و نرمی کے ذریعے تہذیب اخلاق اور بچھڑے ہوؤں کی اصلاح کی طرف خلق کی رہنمائی کا اہتمام کیا ہے، تو اس کو لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا کہ امت پر آپ کی شفقت اس شفقت سے زیادہ ہے جو باپ کو بیٹے پر ہوتی ہے۔ اور اگر ان عجیب افعال پر غور کرے جو آپؐ سے ظاہر ہوئے اور غیب کے عجائب پر غور کرے جن کے متعلق قرآن مجید میں آپؐ کی زبان کے ذریعے خبر دی گئی، اور ان خبروں پر غور کرے جو آخری زمانے کے متعلق دی گئی ہیں اور جس طرح آپؐ نے ذکر کیا اسی طرح ان کے وقوع پر غور کرے تو اسے لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا کہ آپؐ اس
ص۴۰ درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جو عقل سے ماوراء ہے اور اس میں وہ نظر کھل جاتی ہے جس سے غیب اور وہ خواص اور امور منکشف ہو جاتے ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی اور نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے صدق کے علم ضروری کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے پس تم تجربہ کرو اور قرآن کریم میں غور کرو۔ اور اخبار کا مطالعہ کرو تو تم کو ظاہری طور پر معلوم ہو جائے گا۔ امام غزالیؒ نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو کسی شخص معین کے متعلق شک ہو کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو تمہیں اس کا یقین صرف اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کے احوال کا علم یا تو مشاہدے کے ذریعے یا تواتر کے ذریعے یا ایک دوسرے سے سنو۔ کیونکہ جب تم نے طب اور فقہ کو جان لیا تو تمہارے لئے ممکن ہے کہ تم فقہا اور اطبا کو بھی ان کے احوال کا مشاہدہ کر کے اور ان کے اقوال سن کر معلوم کر سکتے ہو اگرچہ تم نے ان کو نہ دیکھا ہو۔ چنانچہ امام شافعیؒ کے فقیہ ہونے اور جالینوس کے طبیب ہونے کی

www.maktabah.org

معرفت سے تم عاجز نہیں رہو گے، اور یہ معرفت حقیقی ہو گی تقلید کی بنا پر نہ ہو گی۔ بلکہ اگر تم کچھ طب اور فقہ پڑھو گے اور ان کی کتابوں اور تصنیفات کا مطالعہ کرو گے تو تم کو ان دونوں کی حالتوں کا علم ضروری حاصل ہو گا۔ اسی طرح جب تم نے نبوت کے معنی سمجھ لئے تو قرآن و اخبار پر بہت زیادہ غور کرو۔ اس وقت تم کو اس کا علم ضروری حاصل ہو گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ اور اس کی تائید اس کے تجربہ سے بھی ہوتی ہے جو آپؐ نے عبادات اور تصفیۂ قلب میں ان عبادات کی تاثیر کے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ آپؐ اپنے اس قول میں کس قدر صادق ہیں کہ "جو شخص اس چیز پر عمل کرے جو اس کو معلوم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس چیز کے علم کا وارث بنا دیتے ہیں جس کو وہ نہیں جانتا۔" اور آپؐ کا یہ ارشاد کس قدر سچا ہے کہ "جس نے کسی ظالم کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔" اور آپؐ کا یہ ارشاد کس قدر صحیح ہے کہ "جس نے صبح کی اس حال میں کہ اس کو ایک ہی فکر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کی فکروں سے کفایت کرتا ہے۔" پس جب تم اس کا ہزار دو ہزار (بلکہ کئی ہزار بار) تجربہ کرو تو تم کو علم ضروری اس طرح حاصل ہو گا کہ اس میں کوئی شک نہ ہو گا۔ چنانچہ اس طریقے سے نبوت کا یقین طلب کرو۔ اور یہ ایمان قوی علمی ہے۔ باقی رہا ذوقی مثلاً مشاہدہ تو یہ صوفیہ کے اس طریقہ ہی میں پایا جاتا ہے۔ [۲۱]

یہ احادیث شریفہ ہیں

www.maktabah.org

اثبات النبوۃ کی صورتیں

علماء نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں کئی دلیلیں بیان کی ہیں:۔

پہلی دلیل جو جمہور علماء کے نزدیک معتمد ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپؐ کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا۔ پہلی بات یعنی دعوائے نبوت تو یہ متواتر ہے ایسا متواتر کہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ اور دوسری بات یعنی ظہورِ معجزہ، تو آپؐ کا معجزہ قرآن وغیرہ ہے۔ قرآن اس وجہ سے معجزہ ہے کہ آپؐ نے اس کی تحدّی کی اور کسی نے معارضہ نہیں کیا، اس لئے معجزہ ہے۔ اور جہاں تک تحدّی کا تعلق ہے تو یہ بھی متواتر ہے کہ اس میں کوئی شبہ کی گنجایش نہیں۔ اور قرآن کریم میں تحدّی کی بہت سی آیات ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہ اسی جیسی بات لے آئیں، یا مثلاً یہ قول کہ دس سورتیں اسی جیسی بنا لاؤ، یا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ "ایک سورۃ اس جیسی لے آؤ"۔ باقی رہا یہ دعویٰ کہ کسی نے معارضہ نہیں کیا تو اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن نے تحدّی کی اور بڑے بڑے بلغاء و فصحائے عرب سے اس جیسی سورت لانے کو کہا تو باوجودیکہ ان لوگوں کی تعداد بطحاء کے سنگ ریزوں سے زیادہ تھی، اور اس چیز کی اشاعت کے سب سے زیادہ حریص تھے جو اس کے دعوے کو باطل کر دے اور بغایت عصبیت و حمیتِ جاہلیہ کے لحاظ سے مشہور تھے، مباہات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر ایک دوسرے کو ہلاک کر دینے میں معروف تھے

www.maktabah.org

لیکن اس کے باوجود وہ اس جیسی ایک سورت بھی پیش کرنے سے قاصر رہے، یہانتک کہ حروف کے ذریعے معارضہ کے بدلے انھوں نے تیغ آزمائی کو ترجیح دی۔ پس اگر وہ معارضہ پر قادر ہوتے تو یقیناً معارضہ کرتے۔ اور اگر معارضہ کرتے تو ہم تک تواتر سے پہنچتا، کیونکہ اس کے نقل کرنے کے دواعی بہت زیادہ تھے۔ (اور اسی طرح تواتر کے ساتھ پہنچتا جس طرح خطیب کا منبر پر قتل کیا جانا۔ اور ان تمام چیزوں کا علم دیگر عادیات کی طرح قطعی ہے۔

ص ۴۲

باقی رہی یہ بات کہ جس چیز کی تحدی کی جائے اور اس کا معارضہ نہ کیا جائے تو وہ معجزہ ہے۔ اس کی دلیل معجزہ کی حقیقت اور اس کے شرائط کے بیان میں گزر چکی ہے، اور اس پر چند اعتراضات ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید یہ تحدی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو معارضہ پر قادر ہوں، یا شاید معارضہ کو مدعی کی ہمنوائی کرتے ہوئے اس لئے ترک کر دیا ہو کہ اس کی دولت سے وافر حصہ حاصل کریں۔ دوسرے یہ کہ شاید ان لوگوں نے پہلے اس کو معمولی چیز سمجھا ہو اور گمان کیا ہو کہ آپؐ کی دعوت پوری ہونے والی نہیں، اور آخر میں آپؐ کی شدتِ شوکت اور متبعین کی کثرت کی وجہ سے آپ سے خائف ہو گئے ہوں، یا معاشی ضروریات کی تحصیل نے معارضہ سے روک دیا ہو۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے کہ معارضہ کیا گیا ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوا، یا ظاہر ہوا لیکن آپؐ کے اصحابؓ اور متبعین نے اپنے غلبہ کے وقت اس کو چھپا دیا ہو، اور اس کے آثار مٹا دیئے ہوں یہانتک کہ بالکل محو ہو گیا ہو۔

اس کا اجمالی جواب تو وہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ تجویزاتِ عقلیہ علم عادی کے

www.maktabah.org

منافی نہیں ہیں، جیسا کہ محسوسات میں ہوتا ہے۔ اور پہلے اعتراض یعنی یہ کہ شاید تحدّی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو معارضہ پر قادر ہوں تو اس کا تفصیلی جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ مدعی نبوت اگر کوئی ایسی چیز لے آئے جو اس کے دعوے کی تصدیق کرے اور وہ اس کی تحدّی بھی کرے اور لوگ اس کے معارضہ سے عاجز ہوں تو علم ضروری عادی حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اور اس میں قدح کرنا کھُلم کھلا سفسطہ ہے۔ اور دوسرا اعتراض یہ کہ شاید پہلے ان لوگوں نے اس چیز کو معمولی سمجھا ہو، پھر آخر میں خائف ہو گئے ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت عادیہ اور وجدانیہ کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس شخص کے معارضہ کی طرف سبقت کریں جو کسی ایسے امر اہم میں منفرد ہونے کا مدعی ہو جس سے اپنے معاصرین پر اسے برتری حاصل ہو۔ اور وہ لوگوں سے پیروی کرنے کو کہے اور لوگوں کی جان و مال کے متعلق حکم جاری کرے۔ اور یہ بھی بالبداہت
۴۳ معلوم ہے کہ اس قسم کے امور میں کوئی شخص اس طرح اعتراض نہیں کر سکتا کہ معارضہ پیش کرنے کی طرف بالکل متوجہ ہی نہ ہو، اور اس صورت میں اس کی دلالت صرف قدرت کی بنا پر ظاہر ہے۔ کیونکہ نفوس جبکہ اس پر فطری طور پر پیدا کئے گئے ہوں پھر ان کا اس سے روک دینا ایک ایسا امر ہے جو کہ خارق عادت ہے۔ اور یہ مدعی کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ وہ چیز جو اس نے پیش کی ہو وہ دوسروں کی قدرت میں ہو۔ اور تیسرا اعتراض یعنی یہ کہ شاید اس کا معارضہ کیا گیا ہو، لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہ ہوا ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عادت کی بنا پر معلوم ہے کہ قدرت تسلیم کرتے ہوئے معارضہ ضروری ہے۔

www.maktabah.org

اسی طرح عادت کی بنا پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اظہار ضروری ہے کیونکہ اسی سے مقصود پورا ہوتا ہے، اور بعض اوقات اور اماکن میں مانع کا احتمال تمام اوقات اور اماکن میں اس کے احتمال کو ضروری قرار نہیں دیتا ہے بلکہ ضرورتِ عادیہ کی بنا پر اس کا انتفاء معلوم ہے۔ پس اگر معارضہ کیا گیا ہو تو عادۃً اس کا مخفی رکھنا محال ہے کہ نہ مدعی کے اصحاب کی طرف سے ان کے غالب آنے کے وقت اخفا ہو سکتا ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اخفا کر سکتا ہے۔ پس تمام احتمالات باطل ہو گئے اور دلالتِ قطعیہ ثابت ہو گئی۔

اعجاز قرآن کی صورتیں

اور تم جان لو کہ متکلمین نے اعجاز قرآن کی وجہ میں اختلاف کیا ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ وہ نظمِ غریب اور اسلوبِ عجیب پر مشتمل ہے جو کہ عرب کے نظم و نثر کے مخالف ہے۔ جو کہ سورتوں اور قصص کی ابتدا میں اور ان کے آخر میں ہیں اور آیات کے وہ فواصل جو عرب کے کلام میں بمنزلہ سجع کے ہیں کہ یہ چیزیں قرآن میں اس طور پر واقع ہوئی ہیں کہ ان کے کلام میں اس کی مثال نہیں ملتی، اور وہ اس سے عاجز تھے، بعض معتزلہ کا یہی خیال ہے اور اہلِ عربیہ اور جاحظ معتزلی کہتے ہیں کہ قرآن کا بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہونا ان تراکیب کی بنا پر ہے جن کی مثال ان کی تراکیب میں نہیں ملتی۔ اور ان کی بلاغت کے درجات اس سے قاصر ہیں چنانچہ جو شخص عربیت اور فنونِ بلاغت سے واقف ہوگا وہ اعجازِ قرآن کو جان لے گا۔ اور قاضی باقلانی کہتے ہیں کہ وجہِ اعجاز دونوں امور ہیں یعنی نظمِ غریب

www.maktabah.org

اور بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر اس کا فائز ہونا۔ اور بعض کے نزدیک غیب کے متعلق خبر دینا وجہ اعجاز ہے جیسے وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (ترجمہ: اور وہ ان لوگوں کے غلبہ کے بعد چند سالوں میں غالب آجائیں گے) اس میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ رومی ایرانیوں پر تین سے لے کر نو سال تک کی مدت میں غالب آجائیں گے، اور ایسا ہی واقع بھی ہوا جس طرح کہ خبر دی گئی تھی۔ بعض کے نزدیک اعجاز کی وجہ اس میں اختلاف اور تناقض کا نہ ہونا ہے باوجودیکہ اس میں طول و امتداد ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ "اگر یہ غیر اللہ کی جانب سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلافات پائے جاتے۔ بعض کے نزدیک اس کا اعجاز صرفہ کی بنا پر ہے یعنی عرب بعثت سے پہلے قرآن کے مثل کلام پیش کرنے پر قادر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے معارضہ سے روک دیا۔ اس روکنے کی کیفیت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ استاذ (ابو اسحٰق) جو ہم (اہلِ سنت والجماعت) میں سے ہیں اور نظام معتزلی کہتے ہیں کہ ان کو ان کی قدرت کے باوجود اس سے روک دیا۔ اور یہ اس طور پر کہ ان کے دواعی کو معارضہ سے پھیر دیا، باوجودیکہ وہ فطری طور پر اس پر پیدا کئے گئے تھے خصوصاً اس حال میں کہ ان کے حق میں اسبابِ داعیہ بہت زیادہ تھے مثلاً یہ جتلایا جانا کہ تم اس سے عاجز ہو، سرداری سے نیچے اتارا جانا اور تابعداری کی تکلیف میں مبتلا کیا جانا۔ اور مرتضیٰ نے جو شیعہ میں سے ہے کہا کہ بلکہ ان سے وہ علوم سلب کر لئے جن کی ضرورت معارضہ میں ہوتی ہے۔

ك وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝

قرآن کے اعجاز میں قدح کرنے والوں کے کچھ شبہات اور اعتراضات

اول یہ کہ وجہ اعجاز کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کے لئے ظاہر ہو جو اس سے استدلال کرتا ہے اور اس میں تمہارا اختلاف اس کے مخفی ہونے کی دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختلاف اور خفا اگرچہ کسی ایک وجہ میں ہو لیکن اس میں اختلاف اور خفا نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا مجموعہ جس بلاغت اور نظمِ غریب اور غیب کی خبروں پر اور علم و عمل کے لحاظ سے حکمتِ بالغہ پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ جو وجوہ اعجاز بیان کئے گئے ہیں ان سب کے لحاظ سے معجز ہے۔ اور اختلاف اگر کسی وجہ میں ہوا ہے تو وہ نظروں کے اختلاف کا نتیجہ ہے، یا ان صاحبانِ نظر کے مبلغِ علم کے باعث ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ اگر وجوہِ مذکورہ میں سے کسی ایک خاص وجہ کے اعتبار سے معجزہ نہ ہو تو یہ لازم آئے کہ ان کے مجموعے کی وجہ سے بھی معجزہ نہ ہو۔ اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک خاص وجہ کی بنا پر معجزہ نہ ہو ۴۵
اور بہت سے بلیغ ایسے ہیں جو نظم یا نثر پر قادر ہیں اور دوسرے پر قادر نہیں ہیں، اور ان میں سے ایک پر قادر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب پر قادر ہو، اور نہ یہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جو ہر ایک کے لئے ثابت ہو وہ کُل کے لئے بھی اسی حیثیت سے ثابت ہو کہ وہ کُل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اس بات کو مقتضی ہے کہ صرف مجموعۂ قرآن معجز ہو، اس کی کسی چھوٹی سورت کی مقدار معجز نہ ہو۔ یہ خلافِ واقع ہے۔ اس لئے کہ ایک چھوٹی سی سورت کی مقدار بھی معجز ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ پس اگر تم کہو کہ جواب دینے والے کی مراد یہ ہے کہ مجموعۂ قرآن ان وجوہِ اعجاز کے

www.maktabah.org

مجموعے کی وجہ سے معجز ہے جو کہ بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کی ہر سورت ان وجوہ میں سے کسی ایک غیر متعین وجہ کی بنا پر معجز ہے، تو میں کہوں گا کہ اس صورت میں وہ دفع نہیں ہو سکتا جو کہ معترض نے کہا ہے کہ وجہ اعجاز کے لئے ضروری ہے کہ بیّن اور ظاہر ہو۔ اور اس تقدیر پر اعجاز کی وجہ ظاہر نہیں رہتی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ خدا کی پناہ کہ اس کے بیّن اور متعین ہونے کو ممنوع قرار دیا جائے اور بہ نظرِ انصاف غور کرنے والے پر یہ پوشیدہ نہیں کہ اس کا ممنوع قرار دینا صریح مکابرہ ہے پس سمجھو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ صحابہؓ نے قرآن کریم کے بعض حصے میں اختلاف کیا یہاں تک کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاتحہ اور معوذتین قرآن میں سے نہیں ہیں، باوجودیکہ یہ مشہور سورتوں میں سے ہیں، اگر اس کی بلاغت حدِ اعجاز تک پہنچی ہوئی ہوتی تو یہ غیر قرآن سے ممتاز ہوتا اور وہ اختلاف نہ کرتے۔ تو جواب یہ ہے کہ صحابہ کا اختلاف قرآن کی ان بعض سورتوں میں ہے جو بذریعہ آحاد مروی ہے اور آحاد ظن کا فائدہ دیتے ہیں۔ لیکن مجموعۂ قرآن تواتر کے ذریعہ منقول ہے جو کہ یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ پس یہ آحاد بالکل ناقابلِ التفات ہیں۔ مزید برآں ہم یہ کہیں گے کہ انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم پر اس کے نازل ہونے کے متعلق اختلاف نہیں کیا۔ اور نہ اس کے حدِ اعجاز تک پہنچے ہوئے ہونے میں ان کا اختلاف ہے، بلکہ محض اس کے قرآن میں سے ہونے کے متعلق اختلاف ہے اور یہ چیز ہمارے مقصد میں مضر نہیں۔ ۴۶

www.maktabah.org

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جمع قرآن کے وقت جب کوئی ایسا شخص جو عدالت میں ان کے نزدیک مشہور نہ تھا کوئی آیت لے کر آتا تو اس کو بغیر ایک گواہ یا قسم کے مصحف میں داخل نہ کرتے۔ اگر اس کی بلاغت حد اعجاز تک پہنچی ہوئی ہوتی تو اس کو اس کی وجہ سے جان لیتے اور مصحف میں داخل کرنے کے لئے عدالت اور گواہ یا قسم کی ضرورت نہ ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ ان کا اختلاف قرآن میں آیت کے مقام اور آیت کی تقدیم و تاخیر کے متعلق ہے۔ ان کے قرآن میں سے ہونے کے متعلق اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قراءت میں مداومت کرتے تھے۔ پس جس کو ایک شخص لے کر آیا تو اس کا قرآن میں سے ہونا یقینی تھا اور گواہ یا قسم کا مطالبہ محض ترتیب کی خاطر تھا۔ پس کوئی اشکال نہیں۔ نیز ایک یا دو آیتوں کا معجزہ نہ ہونا ہمارے لئے مضر نہیں۔ کیونکہ معجز لازمی ہے کہ ایک سب سے چھوٹی سورت کے مقدار ہو اور سورت کم سے کم تین آیات کی ہوتی ہے۔

اور چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ہر صناعت کی ایک معین حد ہے کہ اس حد پر ٹھہر جاتی ہے اس سے تجاوز نہیں کرتی، اور ہر زمانے میں کسی ایسے شخص کا وجود ضروری ہے جو تمام ابنائے زمانہ پر فائق ہو تو شاید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم عصروں میں سے سب سے زیادہ فصیح ہوں، اور انھوں نے ایسا کلام پیش کیا جس سے آپ کے معاصر عاجز رہے۔ اگر یہ معجزہ ہے تو ہر وہ شخص جو کوئی ایسی چیز پیش کرے جس کے ذریعے معاصرین پر صناعت میں فائق ہو جائے تو یہ معجز ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ باطل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ ہر زمانے میں اسی جنس سے ظاہر ہوتا ہے جو اس زمانے کے لوگوں پر غالب رہتا ہے۔ اور وہ لوگ اس زمانے میں انتہائی بلند درجے تک پہنچ کر

www.maktabah.org

اس مضاد حد پر رک جاتے ہیں جہاں تک کسی بشر کے لئے پہنچنا ممکن ہوتا ہے، یہاں تک کہ
۴۷ جب وہ لوگ ایسی چیز دیکھتے ہیں جو کہ اس صناعت کی حد سے خارج ہے تو وہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ اللہ سبحانہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر یہ حال نہ ہوتا تو قوم کے نزدیک نبی کا معجزہ متحقق نہ ہوتا، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا رواج تھا اور جادوگروں کو معلوم تھا کہ سحر کی حد تخیل اور اس چیز کا وہم پیدا کرنا ہے جس کا حقیقت میں کوئی ثبوت نہیں۔ پھر انھوں نے دیکھا کہ عصا سانپ ہوگیا اور ان کے سحر کو جو وہ تراشتے تھے نگلنے لگا تو انھیں معلوم ہوگیا کہ یہ سحر سے باہر ہے اور انسانی طاقت سے خارج ہے، چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے، لیکن فرعون نے اس ہنر میں عاجز ہونے کے باعث یہ گمان کیا کہ ان کا بڑا ان کو تعلیم دیتا ہے۔ یہی حال طب کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں میں اس کا رواج غالب تھا اور وہ لوگ اس میں انتہا کو پہنچ گئے تھے تو جو لوگ اس باب میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے، ان لوگوں نے جان لیا کہ مُردوں کا زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست کر دینا فنِ طب کی حد سے خارج ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور بلاغت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بلند درجے پر پہنچی ہوئی تھی اور اسی کے باعث وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے سات قصیدے کعبہ کے دروازے پر لٹکا رکھے تھے تاکہ اس کے معارضہ کے لئے تحدی کریں اور سیر کی کتابیں اس کی شہادت دیتی ہیں۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیز لیکر آئے جس کے مثل پیش کرنے سے تمام بلغا، عاجز رہ گئے، باوجودیکہ کثرت سے جھگڑا اور اختلاف انھوں نے کیا، اور آپ کی نبوت کا انکار کیا، یہاں تک کہ

www.maktabah.org

ان میں سے بعض کفر پر مرے اور بعض آپ کی نبوت کے واضح ہونے کے باعث مسلمان ہو گئے، اور بعض اسلام سے نفرت کے باوجود ذلت اور پستی کو اپنے لئے لازم کرتے ہوئے مسلمان ہوئے جیسے کہ منافقین۔ اور بعض وہ تھے جو ایسے رکیک معارضے میں مشغول ہوئے کہ صاحبانِ عقل کو اس پر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً اس کلام کے ذریعے معارضہ کیا:۔ والزارعاتِ زرعاً۔ فالحاصداتِ حصداً والطاحنات طحناً والطابخات طبخاً فالآکلاتِ اکلاً۔ اور ان میں بعض وہ تھے جنھوں نے جنگ و خونریزی کو اختیار کیا اور جان و مال اور اہل و عیال کو ہلاکت اور تباہی کے لئے م۴۸
پیش کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ یقیناً اللہ سبحانہٗ کی طرف سے ہے۔

اور پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اس میں لفظ اور معنی کے لحاظ سے اختلاف ہے، حالانکہ اس سے اختلاف کی نفی اس طرح کی گئی ہے کہ اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ لفظی اختلاف کی مثال جیسے کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ کے بجائے کَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کے بجائے فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ فَہِیَ کَالْحِجَارَۃِ کے بدلے فَکَانَتْ کَالْحِجَارَۃِ۔ اور ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ کے بدلے ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَۃُ وَالذِّلَّۃُ ہے۔ اور معنوی اختلاف کی مثال:۔ رَبَّنَا بَاعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا امر کے صیغے کے ساتھ اور رب کے ندا کے ساتھ ہے، اور رَبُّنَا بَاعَدَ صیغہ ماضی اور رب کے رفع کے ساتھ پہلی صورت میں دعا اور دوسری صورت میں خبر ہے۔

دوسری مثال ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ صیغہ غائب اور با کے ضمہ کے ساتھ ہے اور ھَلْ تَسْتَطِیْعُ رَبَّکَ خطاب کے ساتھ ہے۔ پہلی صورت میں رب کے متعلق

www.maktabah.org

خبر دریافت کرنا ہے۔ اور دوسری صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت دریافت کرنا ہے۔ جواب یہ ہے کہ جو بذریعۂ احاد منقول ہے تو وہ مردود ہے اور جو بذریعہ تواتر منقول ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ضمن میں داخل ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کافی شافی ہے۔ پس لفظی و معنوی اختلاف اس کے اعجاز میں مخل نہیں۔

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ اس میں لحن اور بے فائدہ تکرار ہے۔ لحن کی مثال اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ ہے اور لفظی تکرار کی مثال وہ ہے جو سورۂ رحمٰن میں ہے اور معنوی تکرار کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے۔

(الف) پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (ظٰہٰ آیت ۶۳) کے متعلق کہا گیا ہے کہ کاتبوں کی غلطی ہے، کیونکہ ابو عمرو نے اِنَّ هٰذَيْنِ پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ تثنیہ کی حالت میں اور اسماے ستہ میں الف کا باقی رکھنا قبائل عرب کی ایک لغت ہے۔ مثلاً یہ قول:۔

اِنَّ اَبَاهَا وَاَبَا اَبَاهَا ۔۔۔ لَقَدْ بَلَغَا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا

اور اہل مدینہ اور اہل عراق نے ان مقامات میں اسی لغت پر پڑھا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صرف هٰذَا کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس میں نون زیادہ کیا گیا ہے اور الف کو اپنی حالت پر باقی رکھتے ہوئے اس میں تبدیلی نہیں کی جیسا کہ اَلَّذِيْنَ میں کیا گیا ہے کہ اس میں اَلَّذِيْ پر صرف نون کا اضافہ کیا گیا اور یا کو تینوں حالتوں میں اپنی حالت پر باقی رکھا گیا، اور یہ اس لئے کہ لفظ هٰذَا میں معرب اور مبنی کے تثنیہ کے درمیان اور لفظ اَلَّذِيْ میں معرب اور مبنی کے درمیان

www.maktabah.org

اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ضمیر شان مقدر ہے، اور اس صورت میں لام جیز مبتدا میں ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ قلیل ہو۔

(ب) اور دوسرے اعتراض (یعنی تکرار لفظی و معنوی) کا جواب یہ ہے کہ تکرار کے فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے تحقیق معنی میں مبالغہ اور تقریر کی زیادتی ہوتی ہے دوسرے اس سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ ایک ہی معنی کو ایسی عبارتوں کے ذریعے ادا کرنے پر قدرت حاصل ہے جو ایجاز و اطناب میں مختلف ہیں اور یہ بلاغت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک قصہ کبھی بہت سے امور پر مشتمل ہوتا ہے تو کبھی قصہ کے بیان کرنے کا مقصد صرف بعض امور کا بیان کرنا ہوتا ہے اور بعض امور اس کے ضمن میں تبعاً آجاتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔

اور باقی دیگر معجزات مثلاً شق قمر، جمادات کا کلام کرنا۔ اور حرکت کر کے آپ کی طرف آنا، اور حیوانات کا کلام کرنا، تھوڑی خوراک سے بہت سے لوگوں کو آسودہ کر دینا، اور انگلیوں کے درمیان سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑنا، اور غیب کی خبر دینا، اور اس قسم کے افعال بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ تو یہ معجزات اگرچہ ان میں سے ہر ایک متواتر نہیں ہے لیکن ان کے درمیان قدر مشترک یعنی معجزہ کا ثبوت بلا شبہ متواتر ہے۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت (کہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے) اور یہ اثباتِ نبوت میں ہمارے لئے کافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کی دلیلوں میں سے دوسری دلیل جس کو معتزلہ میں سے جاحظ نے اور ہم میں سے امام غزالی رح نے

www.maktabah.org

صنہ پسند کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کردہ کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ نبوت سے پہلے آپؐ کے حالات اور دعوت کی حالت میں اور دعوت پوری ہونے کے بعد آپؐ کے حالات اور آپؐ کے عظیم اخلاق اور حکیمانہ احکام اور ایسی جگہ پیش قدمی جہاں بڑے بڑے بہادر ہچکچاتے ہوں، ان امور سے نبوت کے ثبوت پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہماتِ دین میں اور نہ مہماتِ دنیا میں کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ اگر ایک بار بھی جھوٹ بولتے تو آپؐ کے دشمن اس کے مشہور کرنے میں پوری کوشش کرتے۔ اور نہ آپؐ نے نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد ہی کسی بُرے فعل پر اقدام کیا۔ اور آپؐ انتہائی فصیح تھے جیسا کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں۔ باوجودیکہ آپ اُمّی تھے اور آپؐ نے رسالت کے پہنچانے میں طرح طرح کی مشقتیں برداشت کیں۔ یہانتک کہ آپؐ نے فرمایا کہ کسی نبی کو اس قدر تکلیف نہیں دی گئی جسقدر مجھے دی گئی۔ اور اس پر عزیمت میں کوتاہی کے بغیر آپؐ نے صبر کیا۔ اور جب آپؐ دشمنوں پر غالب آگئے اور لوگوں کی جانوں اور مالوں میں اپنا حکم نافذ کرنے کے لحاظ سے بلند مرتبہ پر پہنچ گئے تو اپنی پہلی حالت نہیں بدلی بلکہ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک ایک ہی پسندیدہ طریقہ پر قائم رہے۔ اور اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ (فاطر آیت ۸) اور فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ (کہف آیت ۶) کے ذریعے خطاب کئے گئے۔ اور بہت ہی زیادہ سخی تھے یہانتک کہ آپؐ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (بنی اسرائیل آیت ۲۹) کے ذریعے تنبیہ کئے گئے۔ اور دنیوی سامان کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ چنانچہ قریش نے آپؐ کو مال،

www.maktabah.org

بیوی اور سرداری پیش کی تاکہ اپنے دعوے کو چھوڑ دیں لیکن آپؐ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور فقراء و مساکین کے ساتھ غایت درجہ تواضع کے ساتھ اور مال داروں اور ذی ثروت لوگوں کے ساتھ غایت درجہ ترفع کے ساتھ پیش آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے دشمنوں سے نہ بھاگے اگرچہ بہت زیادہ خوف کا مقام ہوتا۔ مثلاً اُحد اور احزاب کے دن۔ اور یہ آپؐ کے دل کے قوی ہونے اور باطن کی قوت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت پر اعتماد نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے ذریعے اس کا وعدہ کیا تھا، تو عادۃً یہ ممتنع ہوتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال نہیں بدلا اگرچہ مختلف حالات پیش آئے۔

غرض کہ جو شخص ان امور کا اور ان جیسے دیگر امور کا تتبع کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اگرچہ نبوت پر دلالت نہیں کرتے کیونکہ کسی شخص کا دیگر اشخاص سے مزید فضل میں ممتاز ہونا اس کے نبی ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن ان کا مجموعہ یقیناً صرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ان امور کا جمع ہونا آپ کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ہے۔

ان دلیلوں میں سے تیسری دلیل جس کو امام رازیؒ نے اختیار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کے درمیان دعویٰ کیا جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، اور نہ ان میں حکمت تھی بلکہ وہ حق سے اعراض کرنے والے تھے، اور یا تو بتوں کی عبادت پر مثلاً مشرکینِ عرب، یا دینِ تشبیہ اور صنعتِ تزویر

www.maktabah.org

اور بے سروپا جھوٹی باتوں کے رائج کرنے پر مثلاً یہود، یا دو خداؤں کی عبادت اور محارم کے نکاح پر مثلاً مجوس، یا باپ بیٹے اور تثلیث کے قائل ہونے پر رائل تھے جیسے نصاریٰ۔

آپؐ نے ان لوگوں میں دعویٰ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب اور حکمتِ باہرہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارمِ اخلاق کو پورا کروں اور لوگوں کو عقائدِ حقہ کے ذریعہ ان کی قوتِ علمیہ میں، اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ ان کو قوتِ عملیہ میں کامل کروں، اور عالم کو ایمان اور عملِ صالح کے ذریعہ منور کروں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ کھوٹے دین کمزور پڑ گئے اور فاسد کلام زائل ہو گئے، اور توحید کے آفتاب اور تنزیہ کے چاند اطرافِ عالم میں چمک اٹھے، اور نبوت کے یہی معنی ہیں، کیونکہ نبی وہی ہے جو نفوسِ بشریہ کی تکمیل کرتا ہے۔ اور دل کے ان امراض کا علاج کرتا ہے جو اکثر نفوس پر غالب ہوتے ہیں اس لئے کسی طبیب کا ہونا ضروری ہے جو ان کا علاج کرے۔ اور جب مریض دلوں کے علاج میں اور ان کی تاریکیوں کے دور کرنے میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کی دعوت کی تاثیر کامل اور پوری تھی تو آپؐ کے نبی ہونے کا یقین ضروری ہو گیا کہ آپؐ افضل الانبیاء والرسل ہیں۔

امام (رازیؒ) نے مطالبِ عالیہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ برہان ظاہر ہے کہ برہان لِم میں سے ہے، کیونکہ ہم نے نبوت کی حقیقت کے متعلق بحث کی ہے، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ ماہیت کسی کو حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ آپؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی پس آپؐ اپنے ماسوا سے افضل ہیں۔

www.maktabah.org

باقی رہا نبوت کا معجزہ کے ذریعے ثابت کرنا تو یہ برہان اِنّی ہے۔ اور یہ دلیل نبوت کے ثابت کرنے میں حکماء کے طریقے کے قریب ہے، اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اپنے معاش و معاد میں ایک ایسے شخص کے محتاج ہیں جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہو۔ اور وہ ان لوگوں کے لئے ایسا قانون وضع کرے جو دونوں جہان میں ان کی سعادت کا ذریعہ ہو۔

یہ دوسرا مقالہ فلاسفہ کی مذمت میں اور ان کے علوم کی ممارست اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے جو ضرر حاصل ہوتا ہے اس کے بیان میں ہے۔

تمت

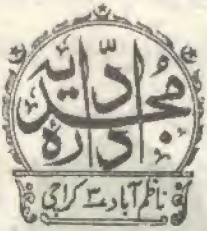

www.maktabah.org

ادارۂ مجددیہ کی جملہ مطبوعات

- اثبات النبوۃ
- انوارِ معصومیہ
- حضرت مجدد الف ثانیؒ
- حیاتِ سعیدیہ
- رسالہ تہلیلیہ
- ریڈیو تقاریر
- زبدۃ الفقہ حصہ اول
- زبدۃ الفقہ حصہ دوم
- زبدۃ الفقہ حصہ سوم
- زبدۃ الفقہ حصہ چہارم
- شرح رباعیات
- طریقۂ حج اور دعائیں
- عمدۃ السلوک
- عمدۃ الفقہ حصہ اول
- عمدۃ الفقہ حصہ دوم
- عمدۃ الفقہ حصہ سوم
- عمدۃ الفقہ حصہ چہارم
- گلدستہ مناجات
- لغات القرآن
- مبدأ و معاد
- معارف لدنیہ
- مقامات زواریہ
- مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ فارسی
- مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ اردو ترجمہ
- مکتوبات معصومیہ فارسی ہر سہ دفتر
- مکتوبات معصومیہ دفتر اول
- مکتوبات معصومیہ دفتر دوم
- مکتوبات معصومیہ دفتر سوم
- مکاشفات عینیہ
- ہدایت الطالبین

ادارۂ مجددیہ، ۵/۲، ایچ، ناظم آباد ۳ کراچی

www.maktabah.org

www.maktabah.org